ISSN 2320-8600

جولائی - اگست - ستمبر 2023

یوم ولادت نبوی ﷺ کے پُرمسرت موقع پر
ادارہ "المجیب" عالم اسلام کو تہنیت و تبریک پیش کرتا ہے۔

سہ ماہی مجلہ

المجیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

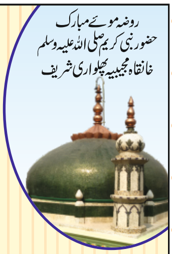

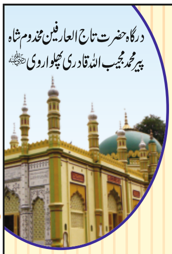

یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پُر مسرت موقع پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمایئے

زیارت وعرس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عالم چہ شود ہم سرو ہمتائے محمد ❁ نور است ہمہ نور سراپائے محمد

حضرات : عظمت ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ایمان کی بنیاد ہے۔ خانقاہ مجیبیہ میں عشق وعظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سراج وہاج کئی صدیوں سے روشن ہے، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عرس مبارک خانقاہ مجیبیہ کا سب سے مہتم بالشان اور بڑا عرس ہے۔ وہ ۱۲/ربیع الاول کو پورے اہتمام واحترام کے ساتھ کئی صدیوں سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ تقریبات عرس نبوی کا ایک اہم حصہ موئے مبارک زلف نبوی کی زیارت ہے اور یہ غیر معمولی احترام وعظمت اور جذبہ عشق ومحبت کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان مجمع میں زیارت موئے مبارک کا منظر دلوں کو عقیدت ومحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جذبوں سے معمور کردیتا ہے۔

اس ایمان افروز اور روح پرور تقریب عرس سے اگر آپ فیضیاب ہوکر اپنے قلب کو عشق مصطفیٰ سے روشن کرنا چاہتے ہیں تو پروگرام عرس شریف یاد رکھیں۔ یوم ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک ومسعود موقع پر یہ روح پرور تقریب مسلمانوں کے لیے حصول فیض وبرکت کا سبب ہے۔

عرس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خاص معمولات

★ ۱۱/ربیع الاول (27 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل وفاتحہ حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 11 بجے دن تک۔

★ ۱۱/ربیع الاول (27 ستمبر) بعد نماز مغرب آستانۂ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری وچادر پوشی برمزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی ومراسم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا آغاز، محفلِ نعت ومدح ومیلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی ومہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذوالمنن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں صلوٰۃ وسلام۔

★ ۱۲/ربیع الاول (28 ستمبر) بوقت سحور 03:30 قل وفاتحہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب وشرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع 12 بجے دن تک، بعدہٗ بڑا اور آخری قل وفاتحہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

★ ۱۲/ربیع الاول شریف (28 ستمبر) کو نماز ظہر 2:30 بجے، بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

★ آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک — (اختتامی مجلس)

★ ۱۲/ربیع الاول شریف (28 ستمبر) کی صبح 7 بجے سے 10 بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لیے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس وزیارت کی تمام تقریبات صاحب سجادہ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات ومراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے جاری ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھو العزیز المجیب ولی النعم

اہل حق کا ترجمان اور امن وسلامتی کا پیامبر

سہ ماہی

المُجیب

پھلواری شریف پٹنہ

دینی، علمی وادبی مجلہ

ماہ : مُحرّم الحرام — ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ

ماہ : جولائی — ستمبر ۲۰۲۳ء

مدیر : ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری

نائب مدیر : ظفر حسنین

جلد نمبر ۶۳ ✦ شمارہ نمبر ۳

مجلس ادارت

مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

مولانا محمد منہاج الدین مجیبی

پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی

پروفیسر سید محمد اسد علی خورشید

محمد فصیح الدین عاصم قادری زینبی

زرتعاون

فی شمارہ	:	-/50روپے
سالانہ	:	-/200روپے
سادہ ڈاک	:	-/250روپے
رجسٹری ڈاک	:	-/400روپے
پاکستان وبنگلہ دیش	:	-/500روپے
دیگر ممالک	:	-/25$امریکی ڈالر

سرکولیشن منیجر : سید صہیب رضوی

مراسلت وترسیل زر کا پتہ

منیجر

رابطہ : 9835654330 -91+

"المجیب" دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, Website : http://khanquahmujeebia.org

Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

فہرست مضامین

• لمعات	ظفر حسنین	۳

مضامین و مقالات

• تشبہ بالغیر کے مسائل	مولانا شاہ بدر احمد مجیبی	۷
• حقیقتِ زکوٰۃ — انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم	مولانا شاہ محمد عزالدین قادری پھلواروی ؒ	۲۵
• وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	سید نعمان غنی دیوروی	۴۷
• وادیٔ فاران کا رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مولانا محمد زکریا قالبؔ آروی	۵۰
• میدان جنگ میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	سید محمد نیر رضوی	۵۶
• حالات حاضرہ میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام	مولوی محمد شہزاد علی	۶۶

ادبیات

• قند پارسی	حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقب قادری ؒ	۷۳
• نعت شریف	ترجمۂ منظوم: مولانا محمد عاصم قادری	۷۴
• رنگ تغزل	جناب حضور مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مدظلہ العالی	۷۵
• نعت شریف	ڈاکٹر شاہ التفات امجدی	۷۶
• غزل	وارث ریاضی	۷۷
• کوائف و حالات	ادارہ	۷۸

لمعات

● ظفر حسنین

ربیع الاول کا مہینہ سایہ فگن ہے، اس مہینے کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص نسبت ہے، اسی مہینہ میں آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی، اسی مہینے میں آپ نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اسی مہینے میں آپ نے رفیق اعلی کے قرب کو پسند کرکے دنیا سے رحلت اختیار فرمائی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں میں اس مہینے کو اہمیت حاصل ہے۔ اس میں سیرت کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں، سیرت کے جلسے ہوتے ہیں۔ لوگ نعت خوانی کرتے ہیں، بارگاہ نبوت میں صلوۃ وسلام کے ہدایا پیش کرتے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ کی رحمت صرف اپنے کلمہ پڑھنے والے امتیوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ سارے عالم کے لئے تھی۔ دشمنوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک تاریخ عالم کا ایک انوکھا نمونہ ہے، جب طائف میں اسلام کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے اور طائف کے سرداروں اور وہاں کے باشندوں نے آپ کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا، نہ صرف دعوت اسلام کا مذاق اڑایا بلکہ آپ پر پتھر برسائے، آپ کو لہولہان کر دیا، نعلین خون سے بھر گئیں، جسم اطہر زخم آلود ہو گیا، ایسے وقت میں رب کائنات کا غضب جوش میں آیا اور اس نے پہاڑ کے فرشتے کو بھیجا کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس جرم عظیم کی سزا میں طائف کے دونوں پہاڑوں کو ٹکرا کر پورے طائف کو تہس نہس کر دیا جائے اور ان کا نام صفحہ ہستی سے ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے۔ مگر رحمۃ للعالمین کی شان رحمت آڑے آئی کہ ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ یا ان کی اولاد اسلام کی نعمت سے سرفراز ہو جائیں، اس لئے منع فرما دیا۔

غزوۂ احد میں جب کفار کے تیر و پتھر ہر طرف سے آپ پر برس رہے تھے، روئے انور سے خون بہہ رہا تھا، دندان مبارک شہید ہو گئے تھے، صحابۂ کرام آپ کی حفاظت کے لئے اپنی جانیں قربان کر رہے تھے، اس وقت درخواست کی گئی کہ کفار کے لئے بد دعا فرمائیں تاکہ اللہ تعالی ان کو ہلاک کر دے مگر بد دعا نہیں کی گئی بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی گئی کہ پروردگار! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما، یہ مجھے نہیں جانتے۔

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر جب اسلام کے سخت ترین دشمن کفار و مشرکین آپ کے سامنے تھے، آپ کو ان پر پورا اختیار تھا جو سزا چاہتے دیتے، کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ مگر شان رحمت غالب آئی اور سب کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا گیا۔ ارشاد ہوا۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ، تم سب آزاد ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے جانی دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ لطف و کرم کے ایسے واقعات پیش کرنے سے تاریخ انسانی عاجز ہے۔ فاتح قومیں تو چنگیز و ہلاکو کے نمونے پیش کرتی ہیں کہ مفتوحین کے سروں کے فخریہ مینار بنائے جاتے تھے، تاریخ کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ ہلاکو کے فتح بغداد کے بعد دریائے دجلہ کا پانی مقتولین کے خون سے سرخ ہو گیا تھا، پھر کتب خانے کی کتابیں جلا کر دجلہ میں پھینکنے سے پانی سیاہ ہو گیا تھا۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ صلیبیوں نے بیت المقدس کی فتح کے بعد مسلمانوں کا جو قتل عام کیا تھا اس سے بیت المقدس شہر میں ان کے گھوڑوں کی آدھی ٹانگوں تک مسلمانوں کا خون بہہ رہا تھا۔ مگر رحمۃ للعالمین کی شان ہی نرالی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آقا و مولیٰ کے طریقے پر چلنے اور ان کی سیرت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری خامیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔

....

سرزمین ہند اپنے نازک حالات سے گزر رہی ہے، فرقہ پرستوں کا راج ہے، حکومت کے اشارے پر مختلف نفرتی تنظیمیں ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ اگلے الیکشن کی تیاری کے لئے ان کے پاس کوئی موضوع نہیں ہے، اس لئے ہندو ووٹ کو اپنے پالے میں لانے کے لئے ہندو مسلم کارڈ کھیلنے کی کوشش زور و شور سے جاری ہے۔ جگہ جگہ فساد کا ماحول تیار کیا جا رہا ہے۔ ہریانہ کے نوح میں جہاں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے شوبھا یاترا نکال کر ایسا ہی ماحول بنانے کی تیاری تھی، جس میں ہندو مسلم تصادم کے بعد دونوں طرف کے سینکڑوں افراد مارے جائیں اور اگلے الیکشن کے لئے ماحول تیار ہو جائے مگر وہاں کے ہندو باشندے سمجھدار تھے انہوں نے حقیقت سمجھ لی اور مسلمانوں کے تعاون سے اس مذموم کوشش کو ناکام کر دیا۔ اپنی اس ناکامی پر فرقہ پرست عناصر سر پیٹ رہے ہیں۔

ہندوتوا وادیوں کا ایک طبقہ اتراکھنڈ کو مسلمانوں سے خالی کرانے لئے لگا ہوا ہے، بار بار مسلمانوں کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں، مختلف بہانوں سے مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز ہنگامے کئے جا رہے ہیں۔ ان کے بائی کاٹ اور ملازمتوں اور کرایہ کے مکانوں سے ان کو ہٹانے کے لئے ہندوؤں کو ابھارا جا رہا ہے۔ ایک ویڈیو اس کی بھی وائرل ہو رہی ہے کہ روڈ کے کنارے کسی مسلمان کی قبر کو فرقہ پرست افراد توڑ رہے ہیں اور مسلمانوں کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حال ہی میں اتراکھنڈ میں جو بھیانک سیلاب آیا اور سینکڑوں لوگوں کی موت ہوئی اور ہزاروں مکانات منہدم ہو کر بہہ گئے اس سے بھی ان فرقہ پرستوں کو عقل نہیں آئی ہے۔

بابری مسجد کی زمین عدالت کے ذریعہ غیروں کے قبضہ میں دئیے جانے کے بعد اب متھرا کی عیدگاہ اور بنارس کی گیان باقی مسجد کو ہتھیانے کی کوشش ہو رہی ہے اور کورٹ میں مقدمات شروع کر دئیے گئے ہیں۔ جب کہ ۱۹۹۱ء میں پارلیامنٹ سے یہ قانون بن چکا ہے کہ ۱۹۴۷ء میں جس مذہب کی جو عبادت گاہ پہلے سے موجود تھی اس کو اسی طرح برقرار رکھا جائے گا۔ کورٹ کو اس قانون کے مطابق ایسی درخواستوں کو خارج کر دینا چاہیے تھا لیکن کورٹ ان مقدمات کو خارج نہیں کر رہا ہے۔ اس سے خود کی غیر جانبداری پر حرف آرہا ہے۔

یکساں سول کوڈ کا مسئلہ بھی ہے، جب مسلمانوں کی طرف سے اس کے خلاف اجتماعی طور سے کام ہوا، مسلمانوں، دیگر اقلیتوں، قبائیلیوں اور آدی باسیوں کی پریس کانفرنس میں اس کی شدید مخالفت ہوئی تو حکومت نے فی الحال اس کو ٹھنڈے بستے میں ڈال دیا ہے، اس سلسلے میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے ایک وفد نے لاء کمیشن کے ذمہ داروں سے مل کر پوری وضاحت کے ساتھ اپنے موقف کو واضح کیا اور تمام امور پر تفصیلی گفتگو کی، اس کا اچھا فائدہ ہوا۔ لیکن حکومت کی نیت ٹھیک نہیں ہے وہ موقع ملتے ہی اس کو پھر ابھارنے کی کوشش ضرور کرے گی۔

....

سویڈن میں ایک عراقی عیسائی کے ذریعہ مسلسل عوامی مقامات پر قرآن کریم کی توہین کرنے اور اس کو جلانے کا مذموم سلسلہ جاری ہے۔ یہ کام عوام کی بھیڑ میں پولیس کی حفاظت میں ہو رہا ہے۔ وہاں کی عدالت اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اس کی اجازت دے رہی ہے۔

مسلم ممالک کی طرف سے اس کے خلاف بار بار احتجاج ہو رہا ہے۔ مگر وہاں کی عیسائی حکومت اس پر روک نہیں لگا رہی ہے۔ ان عیسائی ممالک میں اظہار رائے کی آزادی کا مطلب دوسروں کے مقدسات پر حملہ اور ان کی اہانت ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کی مقدس چیزوں کی توہین کی زیادہ کوشش ہوتی ہے۔ یہ کیسی قابل نفرت آزادی ہے جو دوسرے مذاہب کا احترام نہیں سکھاتی بلکہ ان کے مقدسات کی اہانت پر ابھارتی ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کے نام پر عیسائی اور یہودی مذاہب کی مقدس چیزوں کی اہانت نہیں کی جاتی۔

آج بھی یہودیوں کے فرضی ہولوکاسٹ پر کوئی کچھ نہیں بول سکتا، اس پر پابندی ہے۔ وہاں پر یہ آزادی رائے گونگی ہو جاتی ہے اور اس کی زبان کٹ جاتی ہے۔ مگر جب مسلمانوں کے مقدسات کا معاملہ ہو تو اس کو لمبی ناپاک زبان مل جاتی ہے اور اس کی حمایت میں یورپ کی حکومتیں اور وہاں کی عدالتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ آزادی کا نعرہ لگانے والے مغربی ممالک کا یہ دوغلا اور منافقانہ نظریہ کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

صدر ترکیہ جناب رجب طیب اردگان نے جی ۲۰ کے اجلاس کے موقع پر نئی دہلی میں کہا ہے کہ پولیس کی نگرانی میں

اس قسم کے واقعات کا رونما ہونا اشتعال انگیزی اور نفرت آمیز جرم ہے جس پر ہمیں خاموشی گوارا نہیں۔ جی ۲۰ کے اعلامیہ میں بھی ترکیہ نے کہا ہے کہ کتب مقدسہ کی بے حرمتی مذموم کام ہے اور اسلام دشمنی میں مصروف تمام ممالک کو اپنی پالیسی تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کو اپنے رب، اپنے محبوب نبی اور اپنی کتاب قرآن مجید سے جو گہرا تعلق اور عقیدت ومحبت ہے وہ ظاہر ہے۔ اس لئے مغربی ممالک کے ان واقعات سے ان کو شدید قلبی اذیت پہنچ رہی ہے۔ دشمنان اسلام کا ایسے کام کرانے کا یہی مقصد بھی ہے۔ مگر اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مسلمانوں نے کبھی دوسرے مذاہب کے مقدسات کی اہانت نہیں کی، کبھی سرعام توریت، انجیل، گیتا اور وید کو جلا کر ان کے ماننے والوں کو اذیت نہیں دی۔ اسلام اس سے منع کرتا ہے۔ دوسرے مذاہب سے اختلاف کے باوجود ان کے مقدسات کی توہین کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ اسلام کی اخلاقی برتری ہے جہاں تک دوسرے مذاہب کے ماننے والے نہیں پہنچ پاتے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

تشبہ بالغیر کے مسائل

● مولانا شاہ بدر احمد مجیبی

اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔اس کی شریعت میں انسانیت کے لئے تمام ضروری چیزوں کے احکام موجود ہیں۔ اس کے ماننے والوں یعنی مسلمانوں کو دوسرے مذہب اور دھرم سے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اپنی شناخت برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے اور دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔احادیث میں متعدد طریقے سے اس کا ذکر ملتا ہے۔کہیں یہود کی مخالفت، کہیں مشرکین کی مخالفت، کہیں مجوس کی مخالفت کا حکم موجود ہے۔کہیں عموم کے ساتھ کسی قوم کی مشابہت سے منع فرمایا ہے۔فقہاء کرام اس کو تشبہ بالغیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ہم ذیل میں تشبہ بالغیر سے متعلق اپنے مطالعہ کا خلاصہ تحریر کر رہے ہیں۔

تشبہ کی حقیقت :

تشبہ کا لفظ شبہ سے ماخوذ ہے اور باب تفعل سے تشبہ یتشبہ کا مصدر ہے۔اس کا لغوی معنی دوسرے سے مشابہت اختیار کرنا ہے۔الصحاح میں ہے۔

والشبهة: الالتباس، والمشتبهات من الامور المشكلات، والمتشابهات المتماثلات، وتشبه فلان بكذا، والتشبيه التمثيل–(الصحاح للجوهری ۱/۳۴۵ ومختار الصحاح للرازی)

ترجمہ : شبہ: یعنی التباس، مشتبہات: مشکلات، متشابہات: متماثلات، فلاں شخص فلان چیز کے مشابہ ہوا۔تشبیہ تمثیل کو کہتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے:

وتشابهتُ فلاناً، وشابهتُه، واشتبه علی، وتشابه الشیئان، واشتبها: اشبه كل واحد صاحبه ، وفی التنزیل :مشتبها وغیر متشابه وشبهه اياه وشبهه به مثله ،والمشبهات من الامور المشكلات والمتشابهات المتماثلات وتشبه فلان بكذا والتشبیه التمثیل۔(لسان العرب للافریقی ۳۰۵/۳۱)

ترجمہ : تشابهت فلانا و شابهته واشتبه علی و تشابه الشیئان و اشتبها.ان میں سے ایک دوسرے کے مشابہ ہوا۔قرآن میں ہے۔ مشتبها وغیر متشابه.شبهه اياه وشبهه به.اس کے مثل ہوا۔امور میں سے مشبہات مشکلات کو کہتے ہیں۔متشابہات ہم شکل چیزوں کو کہتے ہیں۔فلاں شخص فلاں چیز کے مشابہ ہوا،تشبیہ تمثیل کو کہتے ہیں۔

تشبہ بالغیر کامفہوم یہ ہے کہ رہن سہن،لباس و پوشاک اور تہذیب و اخلاق میں غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا۔حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔اس ممانعت کا مقصد دوسری قوموں کے مذہبی امور، ان کے مخصوص سماجی طور وطریقے اوران کے خاص عادات واطوار سے بچنا ہے تاکہ مسلمان اپنی قومی شناخت برقرار رکھیں، دوسری قوموں کی تہذیب وتمدن اختیار کر کے ان میں ضم نہ ہوجائیں۔اسی لئے احادیث میں کثرت سے دوسری قوموں کے خاص طور وطریقے کو اختیار کرنے سے منع فرمایا گیاہے۔احادیث کے الفاظ یہ ہیں۔

خالفوا الیهود فانهم لایصلون فی خفافهم ولانعالهم۔(السنن لابی داؤد:باب الصلوة فی النعل،السنن الكبری للبیهقی ۴۳۲/۲، المستدرك للحاكم ۳۵۳/۱)

ترجمہ : یہود کی مخالفت کرو،وہ لوگ اپنے موزوں اور چپلوں میں نماز نہیں پڑھتے۔

خالفواالمشركین وفروا اللحی واحفوا الشوارب۔(الصحیح للبخاری:باب تقلیم الاظفار، الصحیح للمسلم : باب خصال الفطرة)

ترجمہ : مشرکین کی مخالفت کرو،داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو۔

جزوا الشوارب وارخوا اللحی خالفوا المجوس۔(الصحیح للمسلم: باب خصال الفطرة)

ترجمہ : مونچھیں کاٹو اور داڑھیاں بڑھاؤ،مجوس کی مخالفت کرو۔

محیط برہانی میں ہے:

الاحتراز عن التشبه بهم واجب۔(المحیط البرهانی ۴۰/۴)

ترجمہ : غیرقوم کی مشابہت اختیار کرنے سے بچنا واجب ہے۔

وقد نهینا عن التشبه بهم بقدر الامكان۔ (المحیط البرهانی ۴۷۷/۴)

ترجمہ : ہم لوگوں کو غیرقوم کی مشابہت اختیار کرنے سے بقدر امکان منع کیا گیا ہے۔

کن چیزوں میں مشابہت ممنوع ہے :

دوسری قوموں سے مشابہت مختلف چیزوں میں ہوسکتی ہے۔شریعت میں ہر تشبہ کی ممانعت نہیں ہے۔صرف ان امور میں تشبہ ممنوع ہے جو دوسری قوم کے عقائد وعبادات سے متعلق ہیں یا ان کا قومی شعار وعلامت ہوں یا ان کی خاص پہچان ہوں۔

ما قدمناہ عن قاضی خان ان التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ–(البحر الرائق، کتاب الصلاۃ)

ترجمہ : ہم نے قاضی خان سے پیش کیا ہے کہ ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں ہے۔

لان التشبہ بھم لایکرہ فی کل شیئ، فانا نأکل ونشرب کما یفعلون، بحر عن شرح الجامع الصغیرلقاضی خان۔ویؤیدہ ما فی الذخیرۃ قبیل کتاب التحری قال ھشام: رأیت علی ابی یوسف نعلین مخصوفتین بمسامیر۔فقلت: ا تری بھذا الحدید بأساً؟ قال:لا. قلت:سفیان وثوربن یزید کرھا ذلك لأن فیه تشبھا للرھبان۔ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یلبس النعال التی لھا شعر وانھا من لباس الرھبان۔فقد اشار الی ان صورۃ المشابھۃ فیما تعلق به صلاح العباد لایضر، فان الارض مما لایمکن قطع المسافۃ البعیدۃ فیھا الا بھذا النوع اہ – (رد المحتار ۳۵۴/۴)

ترجمہ : اس لئے کہ ہر چیز میں اہل کتاب کی مشابہت مکروہ نہیں ہے۔کیونکہ ہم لوگ کھاتے پیتے ہیں جیسے وہ لوگ کھاتے پیتے ہیں۔بحر عن شرح الجامع الصغیر لقاضی خان، اس کی تائید ذخیرہ کی عبارت سے ہوتی ہے جو کتاب التحری سے پہلے ہے، ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف کے پاس لوہے کی کھونٹی لگی ہوئی چپل دیکھی تو میں نے پوچھا کہ آپ اس لوہے میں کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔میں نے کہا: سفیان (ثوری) اور ثور بن یزید اس کو مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس میں راہبوں کی مشابہت ہوتی ہے۔امام ابو یوسف نے فرمایا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چپلیں پہنتے تھے جن میں بال لگے ہوتے تھے۔یہ راہبوں کا لباس ہے۔امام ابو یوسف نے اس طرف اشارہ کیا کہ ان چیزوں میں مشابہت میں کوئی حرج یا ضرر نہیں ہے جن میں بندوں کا فائدہ ہے۔کیونکہ زمین کی مسافت بعیدہ طے کرنا اس نوع کی چپل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر تشبہ کی ممانعت نہیں ہے۔کھانا پینا، چلنا پھرنا، پہننا اوڑھنا، رہنا سہنا، یہ سب مشترک چیزیں ہیں۔ان میں تشبہ ممنوع نہیں ہے۔ایسی چیزوں میں مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت ہے جو ان کے عقیدے ومذہب سے متعلق ہوں یا ان کی خاص علامت وشعار ہوں۔ملا علی قاری تحریر کرتے ہیں:

قال الطیبی: ھذا عام فی الخلق والخلق والشعار ولما کان الشعار اظھر فی الشبه ذکر فی

هذا الباب .قلت بل الشعار هو المراد بالتشبه لاغير فان الخلق الصوری لایتصور فیه التشبه والخلق المعنوی لایقال فیه التشبه بل هو التخلق۔ (مرقاۃ المفاتیح للقاری ۱۳/ ۹۶)

ترجمہ : علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ (مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت) شکل وصورت، اخلاق وشعار سب میں عام ہے، چونکہ شعار مشابہت میں زیادہ واضح ہے اس لئے اس باب میں اس کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ یہاں تشبہ سے شعار ہی مراد ہے۔ کچھ اور نہیں۔ کیونکہ جسمانی خلقت میں تشبہ کا تصور نہیں ہوتا معنوی اخلاق کو تشبہ نہیں کہتے، اس کو تخلق کہتے ہیں۔

اس کی وضاحت کے بعد کہ دوسری قوم کے ساتھ ہر تشبہ ممنوع نہیں ہے سوال اٹھتا ہے کہ آخر کن امور میں تشبہ بالغیر ممنوع ہے؟ اور کن امور میں تشبہ بالغیر جائز و درست ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ تشبہ سے ممانعت والی حدیث سے جو آگے تفصیل سے آرہی ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اچھے لوگوں کی مشابہت اختیار کرنا محمود اور قابل تعریف ہے اور برے یعنی کفار، فساق وفجار کی مشابہت اختیار کرنا ممنوع ہے۔

حدیث کی تشریح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

من تشبه بقوم ای من شبه نفسه بالکفار مثلا فی اللباس وغيره او بالفساق او الفجار او باهل التصوف والصلحاء الابرار فهو منهم ای فی الاثم والخير۔ (مرقاۃ المفاتیح للقاری ۱۳/ ۹۶)

ترجمہ : من تشبہ بقوم کا مطلب ہے کہ جس نے مثلاً کفار سے لباس وغیرہ میں مشابہت اختیار کی یا فاسق وفاجر لوگوں سے مشابہت اختیار کی یا اہل تصوف وصالحین ابرار سے مشابہت اختیار کی تو وہ گناہ میں یا خیر میں ان ہی میں سے ہوگا۔

جو تشبہ ممنوع ہے اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سمجھ لیں کہ جن امور میں خرابی اور برائی زیادہ ہوگی ان کی ممانعت شدید ہوگی اور جن میں اس سے کچھ کم برائی ہوگی اس کی ممانعت اس سے کم ہوگی۔ جن میں برائی اور کم ہوگی اس میں صرف کراہت ہوگی۔ اس طرح ممنوع تشبہ کے تین درجات ہو جاتے ہیں۔ کفر، حرام اور مکروہ۔

علامہ محدث ابن صلاح فرماتے ہیں:

فان من تشبه بقوم فكانه منهم، والتشبه بالكفار قد يكون مكروها، وقد يكون حراما، وذلك بحسب الفحش فيه قلة و كثرة۔ (فتاوی ابن الصلاح ۲/ ۵۴)

ترجمہ : جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی تو گویا کہ وہ ان ہی میں سے ہے۔ کفار سے مشابہت کبھی مکروہ ہوتی ہے، کبھی حرام ہوتی ہے، یہ خرابی و برائی کی کثرت وقلت کے اعتبار سے ہے۔

(۱) تشبہ کفر : کسی نے کفار کی مشابہت اختیار کی ان کے عقیدے کے ساتھ تو یہ کفر ہے۔ اگر ان کے لباس و ہیئت کو بہت اچھا سمجھتے ہوئے ان کی مشابہت اختیار کی تو اس کا معاملہ بھی کفر تک پہنچ جائے گا۔

(۲) تشبہ حرام : ان کا عقیدہ نہیں ہے مگر ان کی خاص وضع قطع اوران کا مخصوص لباس استعمال کیا جیسے گلے میں صلیب لٹکالی، یاہنود کا زنار لگایا، یا یہودیوں اور مجوسیوں کی خاص ٹوپی پہنی اور یہ کام بلا ضرورت کیا تو یہ حرام ہے۔

اگر ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا ہے جیسے کوئی دارالحرب میں ہے اور کفار کے شر سے بچنے کے لئے یہ ہیئت اختیار کی ہے اگر وہ دل سے اس کو برا سمجھتا ہے مگر مجبوری میں ایسا کررہا ہے تو اس کی اجازت ہوگی۔

(۳) تشبہ مکروہ : فساق وفجار جو لباس عام طور سے پہنتے ہیں، جو ان کا خصوصی لباس سمجھا جاتا ہے اور دیندار حضرات اس سے پرہیز کرتے ہیں ایسا لباس پہننا مکروہ ہے۔اسی طرح فاسقوں کی ہیئت اوران کی وضع میں رہنا بھی مکروہ ہے۔ اسی طرح مردوں کو عورتوں کا لباس وہیئت اختیار کرنا یا عورتوں کو مردوں کا لباس وہیئت اختیار کرنا بھی مکروہ ہے۔

امیر صنعانی لکھتے ہیں:

والحدیث دال علی ان من تشبه بالفساق کان منهم او بالکفار او المبتدعة فی ای شیئ مما یختصون به من ملبوس او مرکوب او هیئة، قالوا فاذا تشبه بالکفار فی زی واعتقدان یکون بذلك مثله کفر، فان لم یعتقد ففیه خلاف بین الفقهاء منهم من قال یکفر وهوظاهر الحدیث، ومنهم من قال لایکفر ولکن یؤدب۔ (سبل السلام للصنعانی، ۷/۱۰۷)

ترجمہ : حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس نے فاسقوں سے، کفار سے یا مبتدعین سے ایسی چیز میں مشابہت اختیار کی جو ان کی مخصوص چیز ہے خواہ لباس ہو یا سواری ہو یا کوئی خاص ہیئت ہو تو وہ ان ہی میں سے شمار کیا جائے گا۔فقہاء کہتے ہیں کہ جب کسی ہیئت میں کفار کی مشابہت اختیار کی اور اس سے ان کے جیسے ہونے کا اعتقاد رکھا تو وہ کافر ہوجائے گا۔اگر یہ اعتقاد نہیں ہے تو اس میں فقہاء میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ کافر ہوجائے گا، حدیث کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے۔بعض کہتے ہیں کہ کافر نہیں ہوگا لیکن اس کو تنبیہ کی جائے گی۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وهذا الحدیث اقل احواله انه یقتضی تحریم التشبه بهم وان کان ظاهره یقتضی کفر المتشبه بهم کما فی قوله تعالی: من یتولهم منکم فانه منهم ... فان کان کفرا او معصیة او شعارا للکفر او للمعصیة کان حکمه کذلك. و بکل حال فهو یقتضی التشبه بهم بعلة کونه تشبها، والتشبه یعم من فعل الشیء لاجل انهم فعلوه وهو نادر ومن تبع غیرهم فی فعل لغرض له فی ذلك اذا کان اصل الفعل مأخوذا عن ذلك الغیر،واما من فعل الشئ واتفق ان الغیر فعله ایضا ولم یاخذه احدهما عن صاحبه ففی کون هذا تشبها نظر، لکن قد ینهی عن هذا لئلا یکون ذریعة الی التشبه۔ (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۸۲)

ترجمہ : اس حدیث کا اقل درجہ میں حکم یہ ہے کہ یہ کفار سے تشبہ کی حرمت کا تقاضا کرتی ہے ۔اگرچہ ظاہر کے اعتبار سے کفار کی مشابہت اختیار کرنے والے کے کفر کا تقاضا کرتی ہے ۔جیسا کہ اللہ تعالی کا قول ہے ۔ من یتولھم منکم فانہ منھم۔ اگر کفر یا معصیت یا شعار کفر یا شعار معصیت میں مشابہت اختیار کی ہے تو اس کا حکم ویسا ہی ہوگا۔ بہر حال تشبہ بالغیر کا حکم اس کی علت تشبہ کی وجہ سے ہوگا۔تشبہ دونوں صورتوں کو عام ہے (۱) دوسری قوم یہ کام کرتی ہے اس وجہ سے وہ کام کیا ہے، یہ نادر ہے ۔(۲) اپنے کسی مقصد سے کسی عمل میں دوسری قوم کی اتباع کی، جب کہ وہ کام دوسری قوم ہی کرتی ہے ۔اگر کسی نے ایسا کام کیا (جس میں اس کا ارادہ مشابہت کا نہیں تھا) اور اتفاق سے غیر قوم نے بھی وہ کام کیا۔ان میں کسی نے اس عمل کو دوسرے سے نہیں لیا ہے ۔اس صورت کا تشبہ ہونا غور طلب ہے ۔لیکن کبھی اس سے بھی روکا جاتا ہے تاکہ تشبہ تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بن جائے ۔

علامہ عبد الرؤف مناوی لکھتے ہیں :

من تشبہ بقوم ای تزیا فی ظاھرہ بزیھم وفی تعرفہ بفعلھم وفی تخلقہ بخلقھم وسار بسیرتھم وھدیھم فی ملبسھم وبعض افعالھم ... صرح القرطبی فقال: لوخص اھل الفسوق والمجون بلباس منع لبسہ لغیرھم فقد یظن بہ من لایعرفہ انہ منھم فیظن بہ ظن السوء فیأثم الظان والمظنون فیہ بسبب العون علیہ وقال بعضھم : قد یقع التشبہ فی امور قلبیة من الاعتقادات والارادات وامور خارجیة من اقوال وافعال، قد تکون عبادات وقد تکون عادات فی نحو طعام ولباس ومسکن ونکاح واجتماع وافتراق وسفرواقامة ورکوب وغیرھا۔(فیض القدیر للمناوی ۲۶۲/۳)

ترجمہ : جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی یعنی ظاہری طور سے ان کی صورت بنائی، ان کے افعال، ان کے اخلاق اور لباس وغیرہ میں ان کے طور طریقہ پر چلا...... امام قرطبی فرماتے ہیں ۔اگر فاسق و فاجر لوگ کسی خاص لباس کو پہنتے ہیں، تو اس لباس کو پہننے سے منع کیا جائے گا، کیوں کہ جو لوگ اس کو نہیں جانتے وہ اس کو فاسقوں میں سے سمجھیں گے ۔اس کے بارے میں برا گمان کریں گے تو بدگمانی کرنے والا بھی گنہگار ہوگا اور جس کے بارے میں بدگمانی کی جا رہی ہے وہ بھی گنہگار ہوگا کیونکہ وہ اس میں معاون بنا۔بعض علماء کہتے ہیں کہ تشبہ کبھی قلبی امور میں ہوتا ہے یعنی اعتقادات وارادات (نیتوں) میں ۔اور خارجی امور میں بھی ہوتا ہے یعنی اقوال وافعال میں، تشبہ کبھی عبادتوں میں بھی ہوتا ہے اور عادتوں میں بھی ہوتا ہے یعنی طعام، لباس، رہائش، نکاح، اجتماع وافتراق، سفر واقامت، سواری وغیرہ میں ۔

حدیث ”من تشبہ بقوم فھو منھم“ کی سندی حیثیت :

یہ روایت متعدد کتب حدیث میں مختلف سندوں سے متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے ۔ذیل میں اس حدیث کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے ۔

(۱) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : من تشبه بقوم فهو منهم ۔(سنن ابی داؤد، باب فی لبس الشهرة)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

(۲) عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ان الله جعل رزقی تحت رمحی، وجعل الذلة والصغار علی من خالف امری، من تشبه بقوم فهو منهم ۔(مصنف ابن ابی شیبة: ۴/۴۵۷)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے نیچے مقرر فرمایا ہے، میرے مخالفین کے لیے ذلت ورسوائی طے کردی ہے۔جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

(۳) عن ابن عمر قال:قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : بعثت بالسیف حتی یعبد الله لا شریك له، وجعل رزقی تحت ظل رمحی، وجعل الذلة والصغار علی من خالف امری، ومن تشبه بقوم فهو منهم ۔ (مسند احمد، حدیث: ۵۱۱۴)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کو شریک بنائے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے ۔اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں مقرر فرمایا ہے، میرے مخالفین کے لئے ذلت ورسوائی طئے کردی ہے۔جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

(۴) عن ابی عبیدة بن حذیفة عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من تشبه بقوم فهو منهم ۔(المعجم الاوسط للطبرانی ۸/۱۷۹)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

(۵) عن ابی عبیدة بن حذیفة عن ابیه رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: من تشبه بقوم فهو منهم ۔(مسند البزار: ۷/۴۵۵)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

(۶) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لیس منا من تشبه بغیرنا، لاتشبهوا بالیهود ولا بالنصاری الخ ۔(سنن ترمذی، باب ماجاء فی کراهیة اشارة الید بالسلام)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ہمارے غیر سے مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔یہود ونصاری سے مشابہت اختیار نہ کرو۔

(۷) عن قتادة ان عمر بن الخطاب رأى رجلا قد حلق قفاه ولبس حريرا، فقال: من تشبه بقوم فهو منهم۔ (مصنف عبد الرزاق، باب حلق القفا والزهد ۳۷۳/۲۴)

ترجمہ : حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سر کے پیچھے کا حصہ منڈائے ہوئے تھا اور ریشم کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث متعدد کتب حدیث میں مروی ہے، اسناد کے اعتبار سے اس حدیث کا حکم یہ ہے کہ اس کی سند میں کچھ ضعف ہے مگر شواہد اور متابعات کی وجہ سے اس کو حسن کا درجہ دیا گیا ہے۔ بعض محدثین نے اس کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ ابوداؤد کی سند سے حدیث کو نقل کر کے تحریر کرتے ہیں:

وهذا اسناد جيد۔ (اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ۸۲)

ترجمہ : یہ جید سند ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں:

وقد ورد حديث ابن عمر رفعه : من تشبه بقوم فهو منهم، قلت اخرجه ابو داؤد بسند حسن۔ (فتح البارى، ۴۵۷/۳)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابوداؤد نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں تحریر کرتے ہیں:

عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم۔ اخرجه ابو داؤد وصححه ابن حبان۔ (بلوغ المرام ص ۴۳۶)

ترجمہ : اس حدیث کو امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حديث من تشبه بقوم فهو منهم : احمد وابوداؤد والطبرانى فى الكبير من حديث ابى منيب الجرشى عن ابن عمر به مرفوعاً۔ وفى سنده ضعف، ولكن شاهده عند البزار من حديث حذيفة وابى هريرة وعند ابى نعيم فى تاريخ اصبهان من حديث انس، وعند القضاعى من حديث طاؤس مرسلًا۔ (المقاصد الحسنة للسخاوى)

ترجمہ : اس حدیث کو امام احمد، امام ابوداؤد اور معجم کبیر میں امام طبرانی نے عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے،

اس کی سند میں کچھ ضعف ہے، مگر اس کے شواھد ہیں مسند بزار میں حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے، ابونعیم کی تاریخ اصبہان میں حضرت انس کی حدیث سے اور مسند قضاعی میں مرسلاً طاؤس کی حدیث سے۔

امیر صنعانی سبل السلام میں تحریر کرتے ہیں:

الحديث فيه ضعف، وله شواهد عند جماعة من ائمة الحديث عن جماعة من الصحابة تخرجه عن الضعف. ومن شواهده ما اخرجه ابو يعلى مرفوعا من حديث ابن مسعود: من رضى عمل قوم كان منهم ۔(سبل السلام شرح بلوغ المرام للامير الصنعانی ۷/۱۰۷)

ترجمہ: اس حدیث میں ضعف ہے، مگر اس کے شواھد محدثین کی ایک جماعت کے پاس متعدد صحابہ کرام کی احادیث سے موجود ہیں جو اس کو ضعف سے نکال لیتے ہیں۔ ان شواھد میں سے وہ حدیث بھی ہے جو ابو یعلی نے مرفوعاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ کسی قوم کے عمل سے جو راضی ہو وہ ان ہی میں سے ہے۔

ارواء الغلیل (۵/۱۲۰) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور ایک سند کو حسن بتایا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث قابل احتجاج ہے۔ اس سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ تمام مسالک کے فقہاء کرام نے اس سے استدلال بھی کیا ہے۔

جو امور پہلے کسی قوم کا شعار رہے ہوں مگر اب شعار نہیں ہیں ان کا حکم:

جو امور دوسری قوموں کے عقیدے اور ان کی مذہبی روایات سے متعلق ہوں ان میں تشبہ ہمیشہ حرام رہے گا۔ البتہ جو چیزیں فی نفسہ تو جائز ہوں مگر کسی زمانے میں کسی خاص قوم کی پہچان اور علامت ہونے کی وجہ سے ان سے روکا گیا ہے مگر بعد میں ان کا عام رواج ہوگیا ہو اور وہ اس قوم کی علامت نہ رہی ہوں بلکہ سب لوگ اس کو استعمال کرنے لگے ہوں تو اس میں کراہت باقی نہ رہے گی۔ کیونکہ یہاں ممانعت کی علت تشبہ بالغیر تھی جو اب وہ باقی نہ رہی اور علت کے معدوم ہوجانے سے حکم باقی نہیں رہتا۔ حافظ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں:

وفى حديث انس انه رأى قوما عليهم الطيالسة فقال: كانهم يهود خيبر ... وانما يصح الاستدلال بقصة اليهود فى الوقت الذى تكون الطيالسة من شعارهم وقد ارتفع ذلك فى هذه الازمنة فصار داخلا فى عموم المباح ۔(فتح البارى ۳/۴۶۳)

ترجمہ: حضرت انسؓ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو سروں پر چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ خیبر کے یہود کی طرح ہیں...... یہود کے قصہ سے استدلال (یعنی ان کے تشبہ کی وجہ سے اس طرح چادریں اوڑھنے کی ممانعت) اس وقت درست تھا جب یہ چادریں یہودیوں کا شعار تھیں۔ اب اس زمانے میں یہ چادریں ان کا شعار نہیں رہیں۔ لہذا یہ مباح امور میں شامل ہوگئیں۔

مذہبی امور میں تشبہ :

مذہبی امور سے مراد ایسے امور ہیں جن کو دوسری قومیں اپنے مذہب میں شامل کرتی ہیں، ان کو اپنے معبودوں سے تقرب کی نیت سے انجام دیتی ہیں، ان کو عبادت سمجھ کر کرتی ہیں۔ ان امور میں کسی مسلمان کا ان کی تقلید کرنا اور ان کے طور وطریقے کے مطابق انجام دینا یہ مذہبی امور میں تشبہ ہے۔ جیسے ہولی کھینا، دیوالی میں پٹاخے چھوڑنا، کرسمس کے پروگراموں میں شریک ہونا وغیرہ۔ یہ سب بالاتفاق حرام ہیں۔ اگر ان کے عقیدے کے ساتھ کیا ہے تو کفر ہے۔ اگر ایسا عقیدہ نہیں ہے تو حرام ہے۔

فلا شك انهم ان ارادوا تعظيم اليوم بذلك كفروا، وان ارادوا غيره فالاصوب والاوجب تركه۔ (بزازية ۶/۳۳۳)

ترجمہ : اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر اس سے انہوں نے اس روز کی تعظیم کے ارادہ سے ایسا کیا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گئے، اگر کسی دوسرے ارادے سے کیا ہے تو اس کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔

خاص انداز کے زعفرانی جھنڈے لگانا غیر قوم کی مذہبی شناخت ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کا زعفرانی جھنڈے لگانا حرام ہے۔ دوسرے رنگ کے جھنڈے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یوگا کے بارے میں جو تفصیلات سامنے آرہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی مذہبی چیز ہے۔ جس کو انہوں نے عام کرکے سب پر لاگو کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے اس میں حرمت ہوگی۔ اگر کوئی یوگا مجبوری میں کر رہا ہے یا ان کے عقیدے کے بغیر ایکسر سائز کے طور پر کر رہا ہے اور شرکیہ چیزوں سے بچ رہا ہے تو اس میں حرمت نہیں ہوگی، البتہ کراہت ہوگی۔

ملاقات کے وقت نمستے کہنا برادران وطن کا سلام کرنے کا ایک معروف طریقہ ہے۔ اگر اس میں صرف مخاطب کا احترام مقصود ہے تو حرام نہیں ہے، مگر تشبہ بالغیر کی وجہ سے کراہت تحریمی سے خالی نہیں ہے۔

شعائر کا مفہوم :

شعائر : شعیرہ کی جمع ہے، اس کے معنی علامت ہیں۔ یہ اشعار سے ماخوذ ہے جس کا معنی خبر کرنا ہے۔ جب شعائر کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی جائے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے دین کی علامتیں جن کو اللہ تعالی نے مشروع فرمایا ہے۔ تو جو چیزیں اللہ کے دین اور اس کی طاعت کی علامتیں ہوں اور علی الاعلان کی جائیں وہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ نماز کی جماعت، روزہ، زکوۃ، حج کے مناسک، جمعہ، اذان، جہاد وغیرہ یہ سب شعائر اللہ اور شعائر اسلام ہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ (البقرۃ: ۱۵۸)

ترجمہ: بلاشبہ صفا اور مروہ اللہ تعالی کے شعائر میں سے ہیں۔

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝۳۲ ۔ (الحج)

ترجمہ : جس نے اللہ تعالی کے شعائر کی تعظیم کی تو یہ دلوں کے تقوی میں سے ہے۔

امام بغوی تحریر کرتے ہیں:

وشعائر الله: اعلام دينه، اصلها من الاشعار وهو الاعلام، واحدتها شعيرة، وكل ما كان معلما لقربان يتقرب به الى الله تعالى من صلاة ودعاء وذبيحة فهوشعيرة۔ (معالم التنزيل للبغوی ۱/ ۱۷۲)

ترجمہ : اللہ تعالی کے شعائر، اس کے دین کی علامتیں ہیں، شعائر اشعار سے ماخوذ ہے، جس کے معنی علامتوں کے ہیں، اس کا واحد شعیرہ ہے، ہر وہ چیز جو اللہ تعالی کے تقرب حاصل کرنے کی علامت ہو خواہ وہ نماز ہو، دعا ہو، ذبیحہ ہو وہ شعیرہ ہے۔

روح المعانی میں ہے:

ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب ...... وهى جمع شعيرة اوشعارة بمعنى العلامة كالشعار ۔ (روح المعانی ۱۳/ ۵۸)

ترجمہ : جس نے اللہ تعالی کے شعائر کی تعظیم کی تو یہ دلوں کے تقوی میں سے ہے...... یہ شعیرہ یا شعارہ کی جمع ہے علامت کے معنی میں جیسے شعار (علامت کے معنی میں) ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

الشعائر: العلامات كما فى القاموس ح ۔ قال فى معراج الدراية : وشرعا مايؤدى من العبادات على سبيل الاشتهار كالاذان والجماعة والجمعة وصلاة العيد والاضحية، وقيل: ماجعل علما على طاعة الله۔ (ردالمحتار ۱/ ۴۶)

ترجمہ : شعائر علامات ہیں، جیسا کہ قاموس میں ہے۔ ح۔ معراج الدرایہ میں ہے: اس کا شرعی معنی یہ ہے کہ وہ ایسی عبادات ہیں جو علی الاعلان ادا کی جاتی ہیں۔ جیسے اذان، نماز کی جماعت، جمعہ، عید کی نماز، قربانی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسی چیز جس کو اللہ تعالی کی اطاعت پر علامت بنایا گیا ہے۔

جس طرح اسلام کے شعائر ہیں اسی طرح کفر کے بھی شعائر ہیں۔ جن کو دیکھ کر انسان سمجھ جاتا ہے کہ یہ ایک خاص مذہب کی نشانیاں اور اس کی خاص علامتیں ہیں۔ ان میں برادران وطن کی سرسوتی نامی (تعلیم کی) دیوی کو ہاتھ جوڑ کر پرنام کرنا، مشنری اسکولوں میں حضرت عیسیٰؑ کے مجسمہ کے سامنے سر جھکانا، اسکولوں میں گیتا یا بائبل کے دعائیہ کلمات پڑھوانا، پیشانی پر قشقہ لگوانا، دیوتاؤں کے نام پر نعرے لگانا وغیرہ۔ یہ سب شعائر کفر ہیں۔ ان میں شرکت حرام اور اس کے عقیدے کے ساتھ شریک ہونا کفر ہے۔ بندے ماترم میں بھی شرکیہ مفہوم موجود ہے، اس لئے اس کو پڑھنا کفر وشرک پر رضامندی ہے۔

تہذیبی وقومی امور میں تشبہ :

جو چیزیں سماجی ومعاشرتی طور سے اختیار کی جاتی ہیں ،لوگ ان پر عمل کرتے ہیں لیکن ان کا تعلق عقائد ومذہب سے نہیں ہوتا۔ان کو اس سماج کی تہذیب وثقافت یارسم ورواج کہتے ہیں۔اگر کوئی خاص قوم ان پر عمل پیرا ہے اور ان کو اس قوم کی خاص علامت سمجھا جاتا ہے تو یہ اس کا قومی شعار ہے۔اور اگر تمام لوگ ان پر عمل کرتے ہیں اور ان کو کسی قوم کی مخصوص علامت نہیں سمجھا جاتا تو وہ قومی شعار نہیں ہے،عام تہذیب وثقافت ہے۔

ساڑی برادران وطن کی خواتین کالباس تھا،مسلم خواتین اس کو استعمال نہیں کرتی تھیں مگر اب سب مذہب کی خواتین اس کو استعمال کرتی ہیں،یہ کسی قوم کا خاص لباس نہیں رہا۔اگر یہ لباس ساتر ہو تو مسلم خواتین کے لئے بھی اس کا استعمال درست ہوگا۔اگر ساتر نہیں ہے تو عدم ستر کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

دھوتی اور لنگی میں فرق یہ ہوتا ہے کہ دھوتی سلی ہوئی نہیں ہوتی جس میں ستر کے کھلنے کا بڑا اندیشہ ہوتا ہے اور لنگی سلی ہوئی ہوتی ہے،اس میں ستر کے کھلنے کا زیادہ اندیشہ نہیں ہوتا۔دھوتی برادران وطن کا خاص لباس ہے،ان کے رواج سے متاثر ہو کر کچھ دیہاتوں میں مسلمان بھی دھوتی پہنتے ہیں۔برادران وطن کے خاص لباس ہونے کی وجہ سے اس میں کراہت ہے۔

ٹائی کی ابتداء عیسائیوں کے قومی شعار کی حیثیت سے ہوئی ہے۔بعد میں اس کا استعمال عام ہوگیا،عیسائیوں کے ساتھ دوسری قومیں بھی اس کو کثرت سے استعمال کرتی ہیں۔اس لئے یہ کسی کا قومی شعار نہیں رہا،اب اس کے استعمال میں تشبہ بالغیر نہیں ہے۔

مردوں کا ہاتھ میں ڈوری باندھنا،خواتین کا مانگ میں سیندور یا پیشانی پر ٹکلی لگانا یہ سب برادران وطن کا قومی شعار ہے، کچھ دیہاتوں میں ہندوانہ رسم سے متاثر ہو کر مسلم خواتین بھی سیندور اور ٹکلی لگاتی ہیں۔تشبہ بالغیر کی وجہ سے اس میں کراہت ہے۔

کلر لینس آنکھوں کی رنگت کو تبدیل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اور ایسا فیشن کے طور پر کیا جاتا ہے۔ یہ مذہبی چیز نہیں ہے اور کسی مخصوص قوم کا شعار بھی نہیں ہے۔اس لئے اس میں تشبہ بالغیر نہیں ہے۔یہ تزئین کا ایک طریقہ ہے۔ اگر اس میں کوئی دوسری قباحت ہو تو اس کے اعتبار سے حرمت یا کراہت ہوگی ورنہ اس کا جواز ہوگا۔

ایسا لباس جو برادران وطن میں کثرت سے پہنا جاتا ہے اگر مسلمانوں میں بھی ان کا ویسے ہی رواج ہوجائے تو اس میں تشبہ بالغیر نہ رہے گا۔اگر اس میں کوئی دوسری قباحت نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہوگا۔

’’واستو شاستر‘‘ مکانات کی تعمیر سے متعلق برادران وطن کی مذہبی تعلیمات ہیں جو حقیقت میں وہم پر مبنی ہیں۔پہلے مندروں کی تعمیر میں اس کا خیال رکھا جاتا تھا۔اب عام مکانات کی تعمیر میں بھی ان کے یہاں اس کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اور اسی کے مطابق مکانات بنتے ہیں۔لیکن یہ اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ نہیں ہے اور اس پر عمل کرنے میں تشبہ بالغیر ہے۔البتہ اگر

اس میں کوئی ایسی چیز ہو جس کی ضرورت ہے اور شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہو تو اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

مکان کے دروازے پر اور نئی گاڑیوں پر لیموں اور مرچ کا ہار بنا کر لٹکانا یہ برادران وطن کی علامت وشعار ہے۔ یہ تشبہ بالغیر کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔

نیا سال منانے کا تعلق مذہب سے نہیں ہے۔مگر مغربی اقوام کا معمول اور ان کا رواج ہے،وہاں کے لوگ نئے سال کی تقریب کثرت سے مناتے ہیں۔اس میں تشبہ بالغیر کی وجہ سے کراہت ہوگی۔

اسی طرح بچوں کی پیدائش کی سالگرہ منانا یا شادی کی سالگرہ منانا یہ بھی مغربی اقوام کا رواج ہے۔اس میں بھی تشبہ بالغیر کی وجہ سے کراہت ہوگی۔

اپریل فول بھی مغربی اقوام کی نقل ہے،اس میں جھوٹ اور کذب بیانی بھی ہے جو شریعت میں ممنوع ہے۔ اس لئے تشبہ بالغیر اور کذب بیانی دونوں کی وجہ سے اس کی حرمت ہوگی۔

دوسری جنس سے تشبہ :

جس طرح دوسری قوم کے ساتھ تشبہ حرام ہے اسی طرح مردوں کا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی ممنوع ہے۔اس کے بارے میں متعدد احادیث آئی ہیں۔

عن ابن عباس قال: لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال: اخرجوھم من بیوتکم، قال :واخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلانا واخرج عمر فلانا۔(صحیح البخاری، باب اخراج المتشبھین بالنساء من البیوت)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے مخنث بننے والوں اور عورتوں میں سے مرد بننے والیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں (مخنث) کو نکال دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے فلاں کو نکال دیا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال:لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔(صحیح البخاری، باب المتشبھین بالنساء والمتشبھات بالرجال)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں اور عورتوں میں سے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والیوں پر لعنت فرمائی۔

عورتوں کا اپنے سر کے بالوں کو حلق کرانا ممنوع ہے۔ان کو اپنی فطرت کے مطابق بڑے بال رکھنے کا حکم ہے،

اسی لئے حج کے موقع پر احرام سے باہر آنے کے لئے ان کو حلق کرانے کے بجائے قصر کا حکم دیا گیا ہے، وہ بھی ایک انگلی کے پور کے برابر۔عورتوں کو کندھوں تک بال کٹوانے سے بھی منع کیا گیا ہے۔طبرانی کی حدیث ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال: نهی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجُمة للحرة والعقيصة للامة۔(المعجم الصغير للطبرانی ۱/۲۲۹)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت کو جمہ (کندھوں تک بال رکھنے) اور باندی کو عقیصہ (بالوں کا جوڑا بنانے) سے منع فرمایا۔

علامہ نورالدین ہیثمی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

رواه الطبرانی فی الكبير والصغير ورجال الصغير ثقات۔(مجمع الزوائد للهيثمی ۱۱/۳۴۲)

ترجمہ : امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور معجم صغیر میں روایت کیا ہے اور معجم صغیر کے رواۃ ثقہ ہیں۔

عورتوں کا اپنے بال کٹوا کر کندھوں تک بال رکھنا تشبہ کی وجہ سے ممنوع ہے کیونکہ جُمہ (کندھوں تک بال) وَفرہ (کان کے لوتک بال) لِمہ (ان دونوں کے درمیان یعنی کان کے لو سے نیچے اور کندھے سے اوپر) یہ تینوں قسم کے بال مرد حضرات رکھتے ہیں۔عورتوں کے لئے ایسے بال رکھنا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔

ذکر فی النوازل فی کتاب النکاح: سئل ابوبكر عن امرأة قطعت شعرها؟ قال: عليها ان تستغفر الله تعالى وتتوب ولاتعود الى مثله . قيل: فان فعلت ذلك باذن زوجها؟ قال: لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق، قيل: لم لايجوز ذلك؟ قال: لأنها شبهت نفسها بالرجال، وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم: لعن الله تعالى المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال، ولأن الشعر للمرأة بمنزلة اللحية للرجل، فكما لايحل للرجل ان يقطع لحيته لايحل للمرأة ان تقطع شعرها۔(نصاب الاحتساب للسنامی ۱۴۳،۱۴۲)

ترجمہ : نوازل کی کتاب النکاح میں ہے۔ابوبکرؒ سے ایک عورت کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنے بال کاٹ لئے تھے۔انہوں نے کہا، اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالی سے استغفار و توبہ کرے اور آئندہ ایسا نہ کرے۔سوال کیا گیا کہ اگر اس نے اپنے شوہر کی اجازت سے کیا ہے (تو کیا حکم ہے؟) فرمایا کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔پوچھا گیا کہ (بال کاٹنا) کیوں ناجائز ہے؟ فرمایا کہ اس نے مردوں کی مشابہت اختیار کی اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے مردوں میں سے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والوں اور عورتوں میں سے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔اور (ممانعت کی ایک وجہ) یہ بھی ہے کہ عورتوں کے لئے (سر کے) بال کی وہی حیثیت ہے جو مردوں کے لئے داڑھی کی ہے، جس طرح مردوں کے لئے داڑھی کاٹنا جائز نہیں ہے اسی طرح عورتوں کے لئے اپنے بال کاٹنا جائز نہیں ہے۔

قطعت شعر رأسها اثمت ولعنت، زاد فی البزازیة :وان باذن الزوج لأنه لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق، ولذا یحرم علی الرجل قطع لحیته، والمعنی المؤثر التشبه بالرجال۔ (الدر المختار، کتاب الحظر والاباحة ۴۹۸/۹)

ترجمہ : کسی عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ دیئے وہ گنہگار ہوئی اور اس پر لعنت ہوئی۔ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر چہ شوہر کی اجازت سے کیا ہو، اس لئے کہ خالق کی معصیت میں مخلوق کی طاعت نہیں ہے۔ اس میں معنیٰ مؤثر (علت) مردوں کی مشابہت ہے۔

مردوں کا زیور پہننا :

زیور پہننا عورتوں کی خصوصیت ہے۔ مردوں کے لئے زیورات کا استعمال درست نہیں ہے۔ سونے یا چاندی کا زیور مردوں کے لئے حرام ہے۔ صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے وہ بھی خاص مقدار یعنی ایک مثقال سے کم کی۔ لوہے کا کڑا، یا لوہے کا زیور، پیتل یا تانبا کا زیور یہ سب زیورات پہننا مردوں کے لئے ممنوع ہے۔

عن ابن بریدة عن ابیه ان رجلا جاء الی النبی صلی الله علیه وسلم وعلیه خاتم من حدید، فقال: مالی اری علیك حلیة اهل النار، ثم جاءه وعلیه خاتم من صفر، فقال: مالی اجد علیك ریح الاصنام، ثم اتاه وعلیه خاتم من ذهب فقال: ارم عنك حلیة اهل الجنة، قال من ای شیئ اتخذه؟ قال: من ورق ولاتتمه مثقالا۔ (سنن الترمذی: باب ماجاء فی خاتم الحدید، سنن نسائی: باب مقدار ما یجعل فی الخاتم من الفضة، سنن ابی داؤد: باب ما جاء فی خاتم الحدید)

ترجمہ : ایک شخص حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے وہ ایک لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم پر جہنم والوں کا زیور دیکھ رہا ہوں۔ بعد میں وہ آئے اور پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے بتوں کی بو آرہی ہے۔ وہ بعد میں سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کے زیور کو ہٹادو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں کس چیز کی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور (اس کا وزن) ایک مثقال سے کم رکھو۔

علامہ حصکفی تحریر کرتے ہیں:

ولایتحلی الرجل بذهب وفضة مطلقا الا بخاتم ومنطقة وحلیة سیف منها ای الفضة اذا لم یرد به التزین......ولایتختم الابالفضة۔ (الدر المختار)

ترجمہ : مرد سونے اور چاندی کا کوئی زیور نہیں پہنے گا۔ سوائے چاندی کی انگوٹھی، چاندی کے پٹکا اور تلوار کے دستہ کے جب اس سے زینت مقصود نہ ہو......انگوٹھی صرف چاندی کی پہنے گا۔

وفی الجوهرة : والتختم بالحدید والصفر والنحاس والرصاص مکروه للرجال والنساء ...

(ونقل الشامی عن ملاخسرو) فالحاصل ان التختم بالفضة حلال للرجال بالحدیث، وبالذهب والحدید والصفر حرام علیهم بالحدیث۔(ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة، فصل فی اللبس)

ترجمہ : جوھرہ میں ہے۔لوہے، پیتل، تانبا، رانگا کی انگوٹھی مردوعورت دونوں کے لئے مکروہ (تحریمی) ہے......

خلاصہ یہ ہے کہ حدیث سے چاندی کی انگوٹھی مردوں کے لئے حلال ہے اور حدیث سے مردوں کے لئے سونے، لوہے، پیتل کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔

جب زیورات پہننا عورتوں کی خصوصیت ہے تو مردوں کا زیور پہننا عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔اس لئے اس میں صریح ممانعت کے ساتھ تشبہ بالنساء بھی ہے، لہذا حرام یا مکروہ تحریمی ہے۔

لباس میں تشبہ :

اسلامی شریعت میں کسی خاص قسم کے یا خاص رنگ کے لباس کو لازم نہیں کیا گیا ہے۔لباس کی کوئی خاص ہیئت یا طریقہ ضروری نہیں ہے۔لباس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔پہلی چیز تو یہ ہے کہ وہ ساتر ہو خواہ وہ مردوں کے لئے ہو یا عورتوں کے لئے اس کا ساتر ہونا ضروری ہے۔اس کے علاوہ مردوں کے لئے ریشمی کپڑا، عورتوں کی مشابہت والا کپڑا، زعفران اور کسم کا رنگا ہوا کپڑا نیز گہرے لال رنگ کا کپڑا بھی مکروہ ہے۔باقی تمام رنگوں کے کپڑے جائز ہیں۔غیر قوم کا خاص لباس بھی مردوعورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔

و کرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال مفادہ انه لایکرہ للنساء ولابأس بسائر الالوان۔و فی المجتبی والقهستانی وشرح النقایة لابی المکارم: لابأس بلبس الثوب الاحمر۔اہ ومفادہ ان الکراهة تنزیهیة۔(الدر المختار کتاب الحظر والاباحة)

ترجمہ : عصفر اور زعفران سے رنگے ہوئے سرخ اور زرد کپڑے پہننا مردوں کے لئے مکروہ ہے۔اس کا مفاد یہ ہے کہ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے اور دیگر رنگ کے کپڑے میں کوئی حرج نہیں ہے۔شرح نقایہ لابی المکارم میں ہے۔سرخ کپڑے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس کا مفاد یہ ہے کہ کراہت تنزیہی ہے۔

ویکرہ للرجل ان یلبس الثوب المصبوغ بالعصفر والزعفران والورس کذا فی فتاوی قاضی خان۔ وعن ابی حنیفة رحمه الله تعالی لابأس بالصبغ الاحمر والاسود کذا فی الملتقط۔ (الهندیة، الباب التاسع فی اللبس ومایکرہ من ذلك وما لایکرہ)

ترجمہ : مرد کے لئے عصفر، زعفران اور ورس سے رنگے ہوئے کپڑے پہننا مکروہ ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان میں ہے۔امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت ہے کہ سرخ اور کالے رنگ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ایسا ہی ملتقط میں ہے۔

اگر کوئی خاص چھینٹ کے کپڑے یا شوخ رنگ کے کپڑے عورتوں کے لئے خاص ہیں یعنی صرف عورتیں ہی ایسے کپڑے پہنتی ہیں مرد نہیں پہنتے تو اس کو پہننے میں عورتوں کی مشابہت ہوگی۔ اگر مرد بھی ایسے کپڑے پہنتے ہیں جیسے چھینٹ کی شرٹ یا شوخ رنگ کی شرٹ جو مرد بھی کثرت سے پہنتے ہیں تو اس میں عورتوں کی مشابہت نہیں ہوگی۔ اگرچہ اہل تقوی کے لئے اس میں کراہت ہوگی۔

اسی طرح راجستھانی شیروانی کا معاملہ ہوگا کہ اگر شادیوں میں اس کا عام رواج ہوگیا ہے۔ لوگ کثرت سے پہنتے ہیں تو اس میں بھی مشابہت نہیں ہوگی، شیروانی تو ویسے بھی عورتیں نہیں پہنتی ہیں۔ لہذا اس کا پہننا جائز ہوگا۔ اہل تقوی کے لئے اس میں کراہت ہوگی۔

مردوں کا مہندی لگانا :

مردوں کے لئے سر اور داڑھی کے بالوں میں مہندی لگانا جائز و درست ہے، بلکہ مستحب بھی ہے۔ البتہ بلا ضرورت ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگانا مردوں کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ صرف عورتوں کے لئے اس کی اجازت ہے۔ عورتیں سر کے بالوں میں بھی مہندی لگا سکتی ہیں اور ہاتھوں اور پیروں میں بھی لگا سکتی ہیں۔ ان کا مہندی لگانا شریعت میں پسندیدہ ہے۔

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان احسن ما غیرتم بہ الشیب الحناء والکتم —(سنن ابن ماجہ: باب الخضاب بالحناء، سنن النسائی: باب الخضاب بالحناء والکتم، سنن الترمذی: باب ماجاء فی الخضاب، سنن ابی داؤد: باب فی الخضاب)

ترجمہ : حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن چیزوں سے تم لوگ بال کی سفیدی کو بدلتے ہو ان میں سب سے اچھی چیزیں مہندی اور کتم ہیں۔

عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بمخنث قد خضب یدیہ ورجلیہ بالحناء، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ما بال ھذا؟ فقیل: یارسول اللہ ! یتشبہ بالنساء۔ فامر بہ فنفی الی النقیع ، فقالوا: یارسول اللہ ! الا نقتلہ؟ فقال: انی نھیت عن قتل المصلین—(سنن ابی داؤد، باب الحکم فی المخنثین)

ترجمہ : حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مخنث کو لایا گیا جو دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں میں مہندی لگائے ہوئے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو کیا ہوگیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے۔ پھر آپ کے حکم سے اس کو نقیع (مدینہ کے کنارے ایک مقام ہے) جلاوطن کردیا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اس کو قتل نہ کردیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولوفی غیر الحرب فی الاصح ۔(الدر المختار)

ترجمہ : اصح قول میں مرد کے لئے بال اور داڑھی میں خضاب لگانا مستحب ہے اگرچہ جنگ میں نہ ہو۔

قولہ خضاب شعرہ ولحیتہ لایدیہ ورجلیہ فانہ مکروہ للتشبہ بالنساء۔(ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ)

ترجمہ : (مستحب ہے) مرد کے بال اور داڑھی میں خضاب لگانا، عورتوں سے تشبہ کی وجہ سے مرد کا ہاتھوں اور پیروں میں خضاب لگانا مکروہ ہے۔

تشبہ بالغیر سے متعلق اصولی بحث اور اس کے تحت کچھ مسائل او پر پیش کئے گئے ۔اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔ ورنہ یہ موضوع بہت عام ہے، اور تشبہ کی تینوں اقسام کفر، حرام اور مکروہ پر مسائل بہت کثرت سے مل جائیں گے ۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

شرح اشتہار

سہ ماہی مجلہ المجیب

دنیائے علم وادب کا مقبول عام سہ ماہی مجلہ ''المجیب'' خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا ترجمان ––– ایک دینی، علمی وادبی مجلہ ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے ۔ ملک و بیرون ملک ہر جگہ اس رسالہ کو غیر معمولی مقبولیت حاصل رہی ہے ۔ یہ رسالہ علماء، ادباء، معلمین و متعلمین، افسران وعہدہ داران بلکہ ہر خاص وعام کے ذوق مطالعہ میں رہتا ہے ––– اور ہر طبقہ و جماعت کے لوگ اس سے استفادہ کرتے ہیں ۔

لہٰذا باذوق تاجرین اور تنظیم وتحریک کے مالکان سے پرخلوص گذارش ہے کہ اس مقبول ترین رسالہ میں اپنا اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں ––– اور اپنے نام و پتہ کے ساتھ پیشگی رقم ارسال فرمائیں ۔ اشتہارات کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ملٹی کلر اشتہار

پشت سرورق	مکمل صفحہ	5,000/-	نصف صفحہ	2,500/-	چوتھائی صفحہ	1,250/-
اندرون سرورق	مکمل صفحہ	4,000/-	نصف صفحہ	2,000/-	چوتھائی صفحہ	1,000/-

سادہ اشتہار

اندرون مجلہ	مکمل صفحہ	3,000/-	نصف صفحہ	1,500/-	چوتھائی صفحہ	750/-

خواہش مند حضرات اپنے اشتہارات کے ساتھ پیشگی رقم کا چیک یا ڈرافٹ ادارہ کو پہلی فرصت میں مرحمت فرمائیں تا کہ ان کے آرڈر کو حتمی شکل دی جاسکے ۔ چیک یا ڈرافٹ کے ذریعہ رقم ارسال کرتے وقت صرف "DARULESHA'AT" تحریر کریں ۔

حقیقتِ زکوٰۃ
انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم

● مولانا شاہ محمد عزالدین قادری پھلواروی ؒ

اسلام جہاں اپنے اندر بے شمار خوبیاں رکھتا ہے، وہاں ایک بڑی خوبی انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم بھی ہے۔ اسلام نے ہر انسان کے لیے دو قسم کے حقوق ضروری قرار دیئے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد، زکوٰۃ اسی دوسری قسم سے متعلق ہے، زکوٰۃ اس کی مخلوق سے نیک سلوک اور ہمدردی کا نام ہے کہ یہ جذبہ انسان کی فطرت میں اول دن سے منقوش ہے، اسلام نے اسی جذبہ کو کام میں لاتے ہوئے انسانیت کے لیے اپنے بنی نوع انسان کے ساتھ ایک ایسا ٹھوس اور غیر متزلزل اقتصادی نظام مرتب کیا ہے، جس کی موجودگی میں دنیا کے سارے اقتصادی قوانین ہیچ ہیں اور ان اقتصادی مسائل کا حل آج تک اس سے بہتر تو کیا برابر بھی پیش نہیں ہوسکا ہے۔ دنیا کے خوش نما کرہ پر بسنے والی اور دنیا کو اپنی جہاں بانی کی صلاحیت سے قبضہ تصرف میں لانے والی ہر قوم کے سامنے اقتصادیات کا قوی ہیکل دیو اپنی پوری ہیبت و جلال کے ساتھ نمایاں رہا ہے اور کسی قوم نے بھی اپنے قوی بازوؤں سے اس کا پورا مقابلہ کرنے میں پوری کامیابی نہیں حاصل کی ہے اور دولت ہمیشہ چند سرمایہ دار اور سرمایہ پرست حضرات کی لونڈی غلام بن کر ان کے عشرت کدے کو نوازتی رہی اور ان کے نہاں خانۂ دل میں براجمان رہی ہے، اس عظیم مصیبت کو دور کرنے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے گئے ہیں اور تدبیر و عقل کے ناخن نے اس کی گرہ کشائی کے لیے کوئی کوشش بھی باقی نہیں چھوڑی ہے، لیکن ہنوز روز اول ہے اور دنیا کا اقتصادی دیو اس وقت تک اقوام عالم کے سینہ کا کابوس بنا ہوا ہے، تاریخ کے اوراق بتاتے ہیں کہ دنیا کی اکثر گذشتہ قوموں نے اس مشکل کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس قومی مرض کا کوئی صحیح نسخہ انہیں دستیاب نہیں ہوسکا اور نہ ہوسکتا تھا، اس لیے کہ انہوں نے تنہا اپنی عقل و فراست سے اس مرض کا نسخہ تلاش کرنا چاہا اور وہ کسی ربانی نظام کی طرف مائل نہ ہوئے تھے، گذشتہ قوموں کو چھوڑ کر دنیا کی موجودہ

برسرِ اقتدار قوموں کا جائزہ لیجیے تو آپ کو صاف نظر آئے گا کہ ان کے پہلو میں سب سے زیادہ چٹکیاں لینے والا اگر کوئی جذبہ موجود ہے تو وہ ملک کی اقتصادیات کا حل اور عام مخلوق کی اقتصادی تباہی کا مصنوعی غم، لیکن بظاہر ہر ایک جماعت کے اندر واقعی احساس بھی موجود تھا اور اسی جذبہ احساس نے راریت کے روئیں تن دیو استبداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اسی فنا ہوجانے والے تمدن کے ملبہ پر نئی تہذیب کی بنیاد رکھی، جس کا نام اشتراکیت رکھا اور جس نے اقتصادی مشکلات کا حل اپنے گمان میں دولت کی مساوی تقسیم کا قانون جاری کرکے ایک نسخۂ کیمیا کی شکل میں تلاش کرلیا لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس مساوی تقسیم کا نہ عملاً کوئی ثبوت ہے اور نہ یہ چیز عمل میں آہی سکتی ہے، کیوں کہ اقتصادی حل کی ربانی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے جو دنیا کو سکون، راحت اور دوامی خوش حالی سے سرفراز کرسکتی ہے اور دنیا کے اقتصادی مصائب کافور کی طرح اڑ جاسکتے ہیں، اسلام اور اسلام سے قبل کے مذاہب حقہ نے ہر انسان کے مال و دولت میں دوسرے انسان کا حصہ مقرر کردیا ہے اور یہ حصے کچھ اس طرح معین کردیئے گئے ہیں، جو کسی طرح بھی اس پر بار نہیں ہوتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام نے اس ذریعہ سے انسان کے اس فطری جذبہ ہمدردی میں جو اسے اپنے بنی نوع سے ہے، ایک بیداری اور اُبھار پیدا کردیا ہے۔ زکوٰۃ کیا ہے؟ ایک جذبہ ہمدردی ''ایک قومی تعمیر'' حیات قومی کا ایک بنیادی پتھر ''غرباء کے لیے ایک پائدار اور غیر متزلزل سامان معیشت'' مال دار کے مال کے ایک غیر ضروری حصہ کی تقسیم اسی لیے قرآن پاک نے غنی کے مال میں نادار کا حصہ مقرر فرمایا، کیوں کہ دولت کا مصرف اس لیے نہیں ہے کہ وہ لوٹ پھیر کر صرف چند مالداروں کے قبضۂ تصرف میں رہے۔ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ

زکوٰۃ :

زکاء سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی نمو یعنی بڑھنے کے ہیں، لیکن ہر چیز کے بڑھنے اور ترقی کرنے کے لیے یہ ایک ضروری بات ہے کہ اسے ہر اس چیز سے بچایا جائے، جو اس کے بڑھنے کے راستہ میں حائل ہو، کسی باغ یا چمن کے پھولنے اور پھلنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے گندگیوں اور آلائشوں سے بچایا جائے۔ نیز شاخوں کی قطع و برید، درختوں کی دیکھ بھال پوری توجہ کے ساتھ کی جائے۔ اسی طرح جسم کے نشوونما کے لیے اوقات سے کھانا پینا، ورزش جسمانی کی مداومت، نیند اور بیداری کے متعین اوقات مواد غلیظہ اور رطوبات ردیہ سے تنقیہ وغیرہ ضروری ہیں تو مال کے بڑھنے اور پاک وصاف ہونے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس کا تنقیہ کیا جائے، چنانچہ زکوٰۃ کے معنی میں دو مفہوم پائے جاتے ہیں، بڑھنا یا ترقی کرنا، پاک صاف کرنا اور یہی دو مفہوم اس اسلامی زکوٰۃ میں مدنظر ہیں۔ جو قرآن مجید نے مسلمانوں پر فرض کی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں یہ لفظ اس معنی میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۝۹ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۝۱۰ ۔(الشمس)

ترجمہ : کامیاب ہوگیاوہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا، ناکام ہوا وہ جس نے اس کو میلا کیا۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ۝۱۴ ۔(الاعلیٰ)

ترجمہ : کامیاب ہوگیاوہ جو پاک ہوگیا۔

فرائض نبوت کے بیان میں فرمایا گیا:

يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ۔(البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ : نبی خدا کی آیتیں پڑھ کر ان کو سناتا ہے، ان کو گناہوں سے پاک کرتا ہے، ان کو کتاب اور دانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔

خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا ۔(التوبۃ:۱۰۳)

ترجمہ : ان کے مالوں سے زکوٰۃ لے کر ان کو پاک وصاف بنا۔

اس کے بعد زکوٰۃ کے شرعی ضابطے، وجوب زکوٰۃ کی مقدار، یا نصاب، زکوٰۃ کی تعیین، یہ سب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے معلوم ہوئے ہیں اور فقہائے کرام نے ان سے مسائل نکال کر آپ کے لیے آسانیاں مہیا کر دی ہیں، جن کی تفصیل آنے والے صفحات میں موجود ہے۔

زکوٰۃ کے یہ دونوں معنی نفس مال اور مزکی دونوں ہی کی طہارت وصفائی کے موجب ہیں۔ مال کی تطہیر تو یوں ہے کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ انه ماهلك مال فی بر ولا بحر الا بمنع الزکوٰۃ. خشکی یا تری میں مالوں کا ضائع ہوجانا زکوٰۃ نہ ادا کرنے کے سبب سے ہوتا ہے یعنی اکثر مال جو ضائع ہوتے ہیں وہ خدا کا حق زکوٰۃ نہ ادا کرنے کے سبب سے ضائع ہوتے ہیں۔ پھر دوسری حدیث میں زکوٰۃ کی اصل یہ بتائی گئی ہے هی من اوساخ الناس یعنی زکوٰۃ لوگوں کا میل ہے، بظاہر اس حدیث سے زکوٰۃ ایک حقیر چیز معلوم ہوتی ہے، لیکن درحقیقت اس سے ایک لطیف ترین نکتہ کا حل ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر مال مزکی کوئی خراب چیز ہوتی تو بجائے انسان کے میل کے اسے مال کا میل کہا جاتا ہے، لیکن اس کی بجائے انسان کا میل کہا گیا کہ انسان کے دل کے اندر بخل کا جو میل ہے وہ زکوٰۃ دینے سے دور ہوتا ہے۔ اس ذریعہ سے یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح ہر میل وزنگ رکھنے والی چیز میل اور آمیزش سے علاحدہ کرنے کے بعد اپنے اندر ایک نکھار پیدا کر لیتی ہے، اسی طرح مال زکوٰۃ دینے سے پاک ہو جاتا ہے اور اکثر آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے، نیز انسان کے لیے وہ ایک طیب و طاہر مال ہوتا ہے جسے وہ شرح صدر کے ساتھ استعمال کرسکتا ہے۔ یہ تو مال کی تطہیر رہی اب ذرا مودی زکوٰۃ (زکوٰۃ دینے والے) کی تطہیر کا بھی مطلب سمجھیں، قرآن کریم اور فطرت انسانی نے انسانیت کاملہ کے لیے جن جن چیزوں سے نفس و دل کی

پاکی کو ضروری سمجھا ہے، ان میں سے ایک بڑی چیز حب مال ہے، اسلام کا مقصد یہ ہے کہ جو انسان اپنے دل کی پاکی، روح کی صفائی، قلب کی طہارت کا خواہش مند ہے، اسے مال کی محبت، سرمایہ داری وسرمایہ پرستی کی لعنت سے بہت دور ہٹنا چاہیے اور چوں کہ نفس انسانی کی طہارت یہ مذہب کی اصل روح ہے، اس لیے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر ماسوا اللہ سے جو اللہ اور اس کے درمیان حائل ہے، قطع تعلق کرنا چاہیے، اسی لیے ایک جگہ حیات دنیا کے بیان کے سلسلہ میں فرمایا گیا: اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور حیات دنیا درحقیقت دوسری چیزوں کے ساتھ مال کی محبت کا بھی نام ہے اور مال کی ادائے زکوٰۃ اس بیماری کا نسخہ کیمیا ہے، پس اپنا محبوب مال خدا کی راہ میں خدا کے بتائے ہوئے قاعدہ کے ساتھ دینا نفس کی بیماری کو دور کرتا ہے، بخل کی علت دفع ہوتی ہے۔ لالچ کا روگ پرے ہٹتا ہے، شخصی اغراض کی بجائے جماعتی اغراض کے لیے جذبۂ ایثار کی گدگدی پیدا ہوتی ہے اور اس طرح انسان تہذیب نفس، مکارم اخلاق کے تمام گوشوں کی آبیاری کر کے انسانیت کاملہ کی تعلیم گاہ سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے اور وسخ (میل) جو قلب انسانی میں موجود ہوتا ہے، اس میں جلا پیدا ہوتی ہے، اور سب سے آخر میں نبوتوں کا اصل مقصد اور مذہب کی اصل غایت بروئے کار آتی ہے، کیوں کہ مذہب کی روح یہ ہوتی ہے کہ انسان خدا سے محبت کرنے لگ جائے اور اس کے بنائے ہوئے قوانین پر نبوت کی تعلیم کے ماتحت عمل پیرا ہو، پھر دنیا میں اللہ کی محبت کو فنا کر دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ حب مال ہے اور یہ وہ ناگن ہے جس نے اپنے ہر چاہنے والے کو ڈس کر ہی چھوڑا ہے، اس لیے اس بے وفا مخلوق سے محبت کی پینگ بڑھانا کہاں کی دانائی ہو سکتی ہے۔ اسی لیے اللہ کے دوستوں نے مال کو کبھی دل میں جگہ نہیں دی ہے۔ صحابہ ائمہ اہل بیت تابعین تبع تابعین ابرار صلحا اور مجتہدین کرام نے ہمیشہ مال کو میل ہی سمجھا اور زندگی کو اس کی ظاہری و باطنی محبت سے پرے رکھا۔ اس سلسلہ میں اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کا تذکرہ بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے اپنی سیاحت کے زمانے میں قصبۂ منیر میں نزول اجلال فرمایا، آپ کی معیت میں بہت امیرانہ ساز وسامان تھا اور بڑے تزک واحتشام سے سفر فرماتے تھے، حضرت شیخ ثمن ارولی حضرت مخدوم کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ یہ امیرانہ شان و شوکت دیکھ کر دل میں یہ خطرہ ہوا کہ فقیروں کو شاہانہ لوازمات سے کیا کام۔ اس خطرہ کے آتے ہی حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میخ طویلہ را در گل انداختم نہ کہ در دل یعنی اس میخ کو میں زمین کے اندر جگہ دیتا ہوں، دل میں نہیں۔ سبحان اللہ کتنا لطیف جملہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مال کی محبت سے کوسوں دور تھے۔

زکوٰۃ کا حکم پہلی شریعتوں میں :

زکوٰۃ جیسی انسانیت نواز عملی تعلیم کا حکم دیگر انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں میں بھی موجود تھی اور خود قرآن مجید نے اس کی گواہی بھی دی ہے اور عقلاً یہ چیز سمجھ میں آنے والی بھی ہے کہ ہر الٰہی مذہب نے انسانی ہمدردی کے اس جذبے کو

انتہائی فروغ دینے کی کوشش کی ہے، جوکم وبیش ہر انسان میں موجود ہے، چنانچہ اسی لحاظ سے فطرت انسانی کے اس گوسے کی آبیاری بھی پہلی شریعتوں میں کی گئی۔ قرآن مجید نے حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی یہ شہادت ادا کی ہے:

وَاَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ ۔(مریم)

ترجمہ : خدانے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں نماز اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں۔

اس آیت سے یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ یہ حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ہے، بلکہ اس حکم میں ان کی امت بھی شامل ہے۔کیوں کہ انبیاء علیہم السلام کے اس قسم کے احکام میں ان کی امت بھی داخل ہوتی ہے، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی امت کو بھی زکوٰۃ کا حکم تھا۔ قرآن حکیم میں جا بجا اس کا بیان بنی اسرائیل کے سلسلے میں آیا ہے۔ پس اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ کا حکم ہر ایک مذہب میں ملتا ہے۔

بنی اسرائیل سے خدانے جو عہد لیا اس میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی تھی۔

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔(البقرۃ:۴۳)

ترجمہ : ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ نماز ادا کرتے رہنا اور زکوۃ دیتے رہنا۔

لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ ۔(المائدۃ:۱۲)

ترجمہ : اے بنی اسرائیل! اگر تم نماز اور زکوۃ کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر میں ہے:

وَکَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ ۪ وَکَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾ ۔(مریم)

لوگوں کو نماز اور زکوۃ کی تاکید کرتے اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔

یہ تو بنی اسرائیل پر فرضیت زکوٰۃ کی گواہی بذریعہ قرآن مجید دی گئی، اب تورات وانجیل کی زبانی بھی کچھ سنئے۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر زمین کی پیداوار اور جانوروں میں ایک عشر یعنی دسواں حصہ (احبار ۲۷-۲۷-۳۰-۳۲) نیز ہر بیس برس یا اس سے زائد عمر والے پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب آدھا مثقال دینا واجب تھا (خروج ۳۰-۱۳-۱۵) ساتھ ہی غلہ کاٹتے وقت گر پڑا اناج کھلیان کی منتشر بالیں اور پھل والے درختوں میں کچھ پھل چھوڑ دیتے تھے جو مال کی زکوٰۃ تھی اور یہ عملاً ہر تیسرے سال واجب الادا ہوتی تھی۔ یہ رقم بیت المقدس کے خزانے میں جمع کی جاتی تھی اور اس کا ساٹھواں (۶۰) حصہ مذہبی عہدہ دار پاتے تھے۔ دسواں حصہ حضرت ہارون کی اولاد (لادیین) خاندانی قومی کاہن ہونے کی حیثیت سے لیتی تھی اور ہر تیسرے سال میں دسواں حصہ بیت المقدس کے حاجیوں کی مہمانی کے لیے رکھا جاتا تھا۔ اسی مد سے عام مسافروں، غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کو روزانہ کھانا پکا کر تقسیم کیا جاتا تھا۔ (انسائیکلو پیڈیا برطانیہ کا طبع یازدہم مضمون خیرات (Charity)

باب یہودیوں میں خیرات) اور نقد آدھے مثقال والی زکوٰۃ کی رقم جماعت کے خیمہ (بیت المقدس) اور قربانی کے ظروف و آلات کی خریداری کے خرچ کے لیے رہتی تھی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت موسوی کے ان ظاہری قواعد میں کوئی ترمیم نہیں کی، بلکہ ان کی روحانی کیفیت پر زیادہ زور دیا۔

انجیل لوقا (۱۸ـــ۱۰) میں ہے کہ جو اپنا عشر (زکوٰۃ) ریا، نمائش اور فخر کے لیے دیتا ہے، اس سے وہ شخص بہتر ہے جو اپنے قصور پر نادم ہے۔اسی انجیل کے اکیسویں باب کی پہلی آیت میں ہے۔

''اگر کوئی دولت مند ہیکل کے خزانے میں اپنی زکوٰۃ کی بڑی رقم ڈالے اور اسی کے مقابلے میں کوئی بیوہ غریب خلوص دل سے دو دمڑی دے تو اس کی زکوٰۃ کا رتبہ اس دولت مند کی زکوٰۃ سے کہیں بڑھ کر ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو ترغیب دی کہ جس کے پاس جو کچھ ہو وہ خدا کی راہ میں لٹادے۔

''کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گزر جانا آسان ہے، مگر دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے''ـــ(متی ۱۹-۲۴)

ساتھ ہی انہوں نے خود اپنی طرف سے نیز اپنے رفیق کی طرف سے اپنی ناداری کے باوجود آدھے مثقال والی زکوٰۃ ادا کی ہےـــ(متی:۱۷-۲۴)

توریت کے زمانہ میں چوں کہ دولت زیادہ تر صرف زمین کی پیداوار اور جانوروں کے گلوں تک محدود تھی، اس لیے انہیں دونوں چیزوں کی زکوٰۃ کا زیادہ ذکر آیا ہے، سونا، چاندی اور ان کے سکون کی قلت تھی، اس لیے ان کی زکوٰۃ کا ذکر ایک ہی دو جگہ ہے۔

اس امر سے قطع نظر کے ہندو ملت کوئی الٰہی مذہب ہے یا نہیں لیکن ان کی کتابوں میں بھی دان اور پُن کا بہت ذکر ہے اور ہر ایک مذہبی کتاب میں راجہ کی داد و دہش کا ذکر موجود ہے۔رگ وید میں ہے:

''بہشت کی پشت پر سہارا لے کر وہ ٹھہرتا ہے جو خیرات کرتا ہے، وہ شخص دیوتاؤں کو پہنچتا ہے، اس کے لیے پانی اور دریا گھی برساتے ہیں۔اس کے لیے یہ چیزیں خیرات کے سبب سے مہیا کی جاتی ہیں۔''

لیکن اسلامی زکوٰۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نماز کے دوسرے درجے کی چیز ہے اور اسی کے ساتھ اس کے جمع وخرچ کے لیے ایک خاص نظام اور دائرہ متعین کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں زکوٰۃ کا حکم :

قرآن حکیم میں زکوٰۃ کا حکم جا بجا ارشاد فرمایا گیا ہے اور خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، چنانچہ سورہ الم کے شروع ہی میں جہاں خدا کے بندوں کی تعریف ہے، وہاں ارشاد ہوتا ہے:

(۱) الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ ۔(البقرۃ)

ترجمہ : متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں اور خدا کے دیئے ہوئے میں سے فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر انفاق فی سبیل اللہ کو حیات قومی قرار دیا گیا ہے:

(۲) وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۔(البقرۃ:۱۹۵)

ترجمہ : خدا کے راستے میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں مت ڈالو۔

پھر ایک جگہ فرمایا گیا:

(۳) لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ الخ ۔(البقرۃ:۱۷۷)

یہاں تک کہ فرمایا گیا:

(۴) وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ ۔(البقرۃ:۱۷۷)

(۵) اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ ۔(الحج:۴۱)

ترجمہ : اور یہ مسلمان وہ ہیں جن کو اگر ہم زمین میں با اختیار کریں گے تو وہ نمازیں قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور بھلائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

(۶) فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۔(التوبۃ:۱۱)

ترجمہ : پھر اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نمازیں پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائیوں کے صف میں داخل ہو جائیں گے۔

(۷) مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۱ ۔(البقرۃ)

ترجمہ : جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، ان کے خرچ کردہ مالوں کی حالت مثل ایسے دانے کے ہے، جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اللہ بڑی وسعت والا ہے اور ہر چیز سے خبر دار ہے۔

(۸) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۲۶۷ ۔(البقرۃ)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی پاک کمائی کو نیک کام میں خرچ کیا کرو۔ یعنی زکوٰۃ دیا کرو۔ اور جو کچھ کہ ہم نے تمہارے لیے زمین سے پیدا کیا ہے، اس میں سے عشر دو۔ اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ مت کرو۔ جب کہ تم خود ایسی چیز لینے کے لیے تیار نہیں ہو بجز اس کے کہ عمداً چشم پوشی کر کے لے لو۔ اور اللہ کسی کا محتاج نہیں، قابل ستائش ہے۔

(۹) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔(البقرۃ)

ترجمہ : بے شک وہ لوگ جو کلمہ گو ہوئے اور نیک کام کئے نمازیں پڑھیں اور زکوٰۃ دیئے تو خدا کے نزدیک ان کا ثواب محفوظ ہے اور انہیں کوئی ڈر اور کوئی غم نہیں ہے۔

(۱۰) اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ ۔(التوبۃ:۱۸)

ترجمہ : بے شک مسجدوں کو آباد وہ کرتا ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور جس نے نماز پڑھی اور زکوٰۃ ادا کی اور جو خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرا۔

زکوٰۃ کی اہمیت حدیث کی روشنی میں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا شفیق امت جو وحی الٰہی کے ماتحت انسانیت کی تکمیل کے لیے اس عالم میں بھیجا گیا تھا۔ ضروری تھا کہ وہ تمام انسانوں کی روحانی تسکین کے ساتھ معاشی تسکین کا بھی پورا پورا انتظام فرمائے۔ اسی لیے عام مخلوق کی غربت وافلاس، ناداری وتنگدستی کو دور کرنے کا جو نسخہ اسے خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا، اسی کی ترویج واشاعت کا پورا حق ادا کیا گیا، زکوٰۃ بروقت ادا کرنے والوں کے ثواب، عامل زکوٰۃ کا ثواب، اونچے اور نیچے ہاتھ کے مدارج الید العلی خیر من الید السفلی وغیرہ کی پوری تصریح فرمائی گئی۔ فرمایا گیا:

"عن جریر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وھو منکم راض"۔(مسلم)

ترجمہ : تمہارے پاس کوئی زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو تم اسے خوش کر کے واپس کرو۔

ایک دوسری حدیث میں فرمایا گیا:

"عن رافع بن خدیج قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العامل علی صدقة بالحق کالغازی فی سبیل اللہ حتی یرجع الی بیته"۔(ابوداؤد، ترمذی)

ترجمہ : جو شخص صحیح معیار پر صدقہ وصول کرتا ہے، وہ اس غازی کی طرح ہے، جو خدا کی راہ میں جہاد کر کے واپس آتا ہے۔

"عن ابی ذر قال جئت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو جالس فی ظل الکعبة فلما رانی مقبلا قال هم الاخسرون ورب الکعبة یوم القیامة فقلت مالی لعله. نزل فی شیئ قال قلت من هم فداك ابی وامی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم هو الا کثرون اموالا الامن قال هکذا هکذا فحثی بین یدیه وعن یمینه وعن شماله ثم قال والذی نفسی بیده لا یموت رجل فیدع ابلا او بقرا لم یود زکوٰتها الاجاءته یوم القیامة اعظم ما کانت واسمنه تطاه باخفافها وتنحطه بقرونها کلما نفدت اخراها عادت علیه اولها حتی یقضی بین الناس"۔

ترجمہ : حضرت ابوذر فرماتے ہیں، میں ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ اس وقت کعبہ کے زیرسایہ تشریف فرما تھے، حضرت نے مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہی لوگ گھاٹے میں ہوں گے قیامت کے دن خدا کی قسم، میں ڈرا کہ شاید میرے متعلق کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ میں نے پوچھا کہ یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بہت مال رکھنے والے، لیکن وہ جس نے اس طرح دیا، پس آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرکے اور کبھی داہنے اور کبھی بائیں سے اشارہ کرکے انجلی بھری، پھر فرمایا: قسم خدا کی کوئی بھی اس طرح مرا کہ اس نے ایک اونٹ یا بیل بغیر زکوٰۃ ادا کئے چھوڑے تو وہ بیل یا اونٹ قیامت کے دن اپنے دنیاوی جثہ سے زیادہ بڑا اور موٹا ہو کر اس کے پاس آئے گا اور اسے اپنے پیروں سے روندے گا اور سینگ سے مارے گا اور اسی طرح برابر کرتا رہے گا، یہاں تک کہ لوگوں کا حساب وکتاب شروع ہوجاوے۔

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اذا ادیت زکوٰة مالك فقد قضیت ما علیك۔

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو نے زکوٰۃ ادا کردی، تو تیرے اوپر سے فرض کی ادائے گی کا بوجھ ہلکا ہوگا۔

پھر فرمایا گیا:

عن انس بن عبدالملك قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المعتدی فی الصدقة کمانعها۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ادائے صدقہ میں، کسی قسم کی خرابی پیدا کرنے والا صدقہ کے روکنے والے کے مثل ہے۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من تصدق بعدل تمرة بکسب طیب ولا یقبل الله الا الطیب فان الله یتقبلها بیمینه ثم یربها لصاحبتها کما یربی احدکم فلوّه حتی تکون مثل الجبل۔ (رواه البخاری)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایک کھجور کے برابر اپنی پاک کمائی سے صدقہ کیا، تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے گا اور خدا حلال ہی قبول کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرے گا، پھر اسے صدقہ دینے والے کے حق میں پرورش کرتا رہے گا، جس طرح تم اپنے گھوڑے کے بچے کی پرورش کرتے ہو۔ یہاں تک کہ وہ صدقہ پہاڑ جیسا بڑا ہو جائے گا۔

پھر فرمایا گیا:

مامنع قوم الزکوۃ الا ابتلاہ اللہ بالسنین۔

ترجمہ : جب کسی قوم نے زکوٰۃ دینا چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے اسے قحط کی مصیبت میں مبتلا کر دیا۔

قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ میں جو کچھ ارشاد ہوا، اس سے یہ ثابت ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر بڑا زور دیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان ہدایات پر عمل پیرا ہو۔

الغرض زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ایک ایسا اہم رکن ہے، جس کی تاکید قرآن مجید اور حدیث حضرت نبی کریم ﷺ نے بے حد فرمائی ہے اور اسی لیے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ جب منصب خلافت پر جلوہ افروز ہوئے، تو آپ نے ان لوگوں سے جنگ کی، جنہوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ ابتداءً تمام صحابہ نے جنگ کے خلاف رائے دی، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: واللہ اگر تم میں سے کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے، جب بھی میں تنہا جنگ کروں گا، کیوں کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ وہ اگر نعلین کے تسمے کے برابر یا اونٹ کی نکیل کے برابر بھی زکوٰۃ دینے میں کمی کریں گے تو میں ان سے تنہا جنگ کروں گا — (ابوداؤد)

یہ تھی زکوٰۃ کی اہمیت حضرت ابوبکرؓ کے نزدیک۔ حضرت ابوبکرؓ کے اس عزم نے صحابہ کی آنکھیں کھول دیں اور حضرت عمرؓ جیسے انسان کو یہ کہنا پڑا: شرح اللہ صدر ابی بکر وشرح ابوبکر صدری. اللہ نے ابوبکر کا سینہ کھول دیا اور ابوبکر نے میرا سینہ کھول دیا۔

اسلامی زکوٰۃ کی ابتداء اور اس کی تدریجی تکمیل :

اسلامی فرائض میں سے دو فرض ایسے ہیں، جن کی ابتدائی داغ بیل پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذریعہ وحی آغاز بعثت کے بعد ہی فرما دی تھی، ایک نماز، دوسرے زکوٰۃ (بمعنی عام صدقات) اسی لیے محدثین واہل سیر کے اندر زکوٰۃ کی فرضیت کے سنہ میں اختلاف پیدا ہو گیا لیکن یہ اختلاف درحقیقت کسی صحیح بنیاد پر قائم نہ تھا، کیوں کہ اختلاف کی بنیاد لفظ زکوٰۃ کے استعمال سے پیدا ہوئی تھی اور ۸ ھ سے پہلے باضابطہ منظم شکل میں کسی خیرات کا حکم موجود نہیں لیکن زکوٰۃ کی فرضیت وتکمیل ۸ ھ بعد فتح مکہ ہوئی۔

قرآن مجید کی آیتوں کی چھان بین کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی ابتدائی سورتوں میں بھی صدقات کی تعلیم موجود ہے۔سورۂ مدثر جو ابتدائی وحی ہے،اس میں فرمایا جاتا ہے:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝٦ ۔(المدثر)

ترجمہ : اوراپنے پروردگار کی بڑائی کر،اوراپنے کپڑوں کو پاک رکھ اور بہت بدلا چاہنے کے لیے کسی پر احسان مت کر۔

اس سے ظاہر ہے کہ احسان کرنا مال کے ذریعہ بہت اچھا ہے،ہاں بدلہ چاہنے کے لیے احسان نہ کرنا چاہیے، نہ تعریف سننے کے لیے،دیکھیے یہاں بھی نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم موجود ہے،سورۂ بلد میں اطعام کھانا کھلانے کی بابت یوں فرمایا گیا:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝١٢ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝١٣ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۝١٤ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝١٥
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝١٦ ۔(البلد)

ترجمہ : اوراس گھاٹی کو تو کیا سمجھا کسی قیدی یا غلام، یا قرض دار کو آزاد کرانا، یا بھوک کے دن میں رشتہ کے کسی بن باپ کے بچے کو یا خاک میں پڑے ہوئے کسی محتاج کو کھانا کھلانا۔(یہ آیت مکی ہے)

مسلمانوں کی مکی زندگی کتنی پریشان کن، غیر منظم اور پراگندہ سہی،لیکن اس حال میں بھی انسانی ہمدردی کی عملی تعلیم یعنی صدقات وخیرات کی عملی اجرا کو ضروری قرار دیا گیا۔

اوراس تعلیم کے بعد جن افراد نے اس پر کان نہیں دھرے اور بے عملی ونالایقی کا ثبوت دیا،ان پر شدید غصہ کا اظہار کیا گیا،چنانچہ سورۂ ماعون میں ارشاد ہوتا ہے:

فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝٣ ۔(الماعون)

ترجمہ : وہی ہے جو بن باپ کے بچے کو دھتکارتا ہے اور فقیر کو کھلانے سے منہ موڑتا ہے۔

پھر سورۂ فجر میں ارشاد ہوتا ہے:

كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝١٧ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝١٨ ۔(البلد)

ترجمہ : ایسا نہیں بلکہ تم بن باپ کے بچے کی عزت نہیں کرتے اور آپس میں محتاج کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

اوراسی کے ساتھ ان مسلمانوں کے اخلاص، جذبہ ہمدردی، باہمی رواداری کی انتہائی تعریف فرمائی گئی، جنھوں نے ایثار پیشہ بن کر اپنی کمائی سے دوسروں کی دست گیری کی۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝٨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ
جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝٩ ۔(الدھر)

ترجمہ : اور وہ مال کی محبت کے باوجود ،محتاج یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں ہم تم کو صرف خدا کے واسطے کھانا کھلاتے ہیں ،نہ بدلا چاہتے ہیں ۔نہ شکریہ کے طالب ہیں ۔

قرآن مجید میں تقریباً ۳۲ جگہوں پر نماز کے حکم کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم اور اس کی ترغیب موجود ہے ،ان تمام آیات سے صدقات وخیرات کی تعلیم کا ثبوت آغاز اسلام سے ہی ملتا ہے ،نیز سیر واحادیث سے بھی اسی تعلیم نبوی ﷺ کا ثبوت ملتا ہے ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی مقدار ونصاب کے احکام نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں پر یہ لازم آتا تھا کہ ان کی ضروریات سے جو کچھ بچے وہ خدا کی راہ میں خیرات کر دیں اور آئندہ کے لیے کچھ بچا کر نہ رکھیں ،اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی حالت اس کی مقتضی تھی ۔(صحیح بخاری ،کتاب الزکوٰۃ مع فتح الباری ،ج: ۳)

بخاری کتاب الزکوٰۃ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب اپنے مالوں سے صدقات وخیرات کا حکم دیا ،تو صحابہ بازار جا کر بوجھ اٹھاتے اور جو کچھ ملتا اس کو خدا کی راہ میں صرف کرتے ۔

چنانچہ ایک موقع پر جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر صدقہ دینا واجب ہے (لازمی) ہے ۔تو بعض نادار صحابہ نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے ۔فرمایا: وہ محنت کر کے پیدا کرے ،خود بھی فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچائے ،یعنی صدقہ دے ۔(یہ حدیث طویل ہے ،جہاں تک صدقہ سے متعلق تھی نقل کی گئی)۔

بعثت کے پانچویں سال جب حضرت جعفر کی سرکردگی میں مہاجرین کی ایک جماعت حبشہ گئی ہے اور نجاشی کے سوال پر انہوں نے اسلام کی جو تعلیم پیش کی ہے ،اس میں یہ بھی فرمایا ہے کہ وہ رسول ہمیں زکوٰۃ کی تعلیم دیتا ہے ،یعنی مالی خیرات کی ۔(مسند احمد بن حنبل)

وفد عبد القیس جو تقریباً ۵ ھ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔اس کے سوال کے جواب میں حضرت نے جو تقریر فرمائی ،اس میں زکوٰۃ دینے کی بھی تعلیم تھی ۔(بخاری ،کتاب الزکوٰۃ)

ابوسفیان ؓ جب ۶ ھ میں نجاشی کے پاس گئے اور نجاشی نے اسلام کی تعلیمات دریافت کیں ،تو انہوں نے اور باتوں کے ساتھ زکوٰۃ کا بھی تذکرہ کیا ۔(صحیح بخاری ،جلد اول ،آغاز کتاب الزکوٰۃ وکتاب التفسیر)

صدقہ وخیرات کی تعلیم یوں تو ہر مذہب میں موجود ہے ،جیسا کہ اوپر کے بیان سے معلوم ہوا ،لیکن اسلامی زکوٰۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس چیز کو صرف خیرات کنندہ کی خوشی اور مرضی پر موقوف نہیں رکھا گیا ،بلکہ اس کو فرائض انسانی میں سے ایک فرض قرار دیا اور نہ فقط فرض ہی قرار دیا ،بلکہ اس کا ایک معقول نظام قائم کر کے اس کے جمع کرنے کے لیے عمال مقرر فرمایا اور پھر اس کے خرچ کے لیے بھی ایک اصول معین کیا اور اس کے مختلف مدات مصارف بھی بیان فرمائے ،جس سے اسلام کی زکوٰۃ محض مسلمانوں کی دلی خواہش یا جذباتی سخاوت کا نتیجہ نہیں قرار پائی ،بلکہ وہ ایک فریضہ اسلامی ہوا ۔جو ایک کامل نظام کے

ماتحت دائرہ عمل میں لایا گیا، جس نظام پر عمل پیرا ہونے سے مجموعی حالت حد درجہ استوار ہوگئی اور اس نظام نے عام اقتصادی بدحالی کا قلع قمع کردیا۔ اور آج بھی آزاد اسلامی ملک اگر اس نظام پر صحیح معنوں میں عامل ہوجائے تو ملک کی خستہ حالی درست کرنے کے لیے اسے روس، جاپان، نیوزی لینڈ، انگلستان وامریکہ کے ماہر اقتصادیات کا منت کش احسان ہونے کی ضرورت نہ پڑے۔ آزاد اسلامی ملک کی قید اس لیے لگائی گئی کہ غلام ملک میں اس طرح کا کوئی نظام جاری نہیں ہوسکتا اور اس طرح بدترین دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور حکومت وقت اس چیز کے لیے سب سے بڑا سدّ سکندری ثابت ہوگی۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس نظام کی تکمیل نے یہاں تک ترقی کرلی تھی کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ رعایا کا ہر فرد آسودہ حال اور خوش بخت تھا۔ یہاں تک کہ عرب کی دولت کا یہ حال تھا کہ بعہد عمر بن عبدالعزیز زکوٰۃ لینے والے تلاش کیے جاتے تھے اور عام اقتصادی خوشحالی کی وجہ سے لوگ لینے سے انکار کرتے تھے، بیت المال سے زکوٰۃ کی رقم تقسیم کی جاتی تو مسلمان یہ کہتے کہ الحمدللہ ہم خوش حال ہیں، ہمیں زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔۔۔(فتح الباری:۴۵۱/۶)

اور شاید یہ حدیث پاک کی اس پیشین گوئی کی بنا پر تھا، جس میں عدی بن حاتم سے فرمایا گیا تھا:

عن حادثة بن وهب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا فانه ياتى عليكم زمان يمشى الرجل بصدقته فلا يجد من يقبلها يقول الرجل لو جئت بها بالامس تقبلتها۔

ترجمہ: حارثہ بن وہب سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم میں سے کوئی صدقہ دینے کی کوشش کرے گا اور لوگ کہیں گے کہ ہمیں ضرورت نہیں کل لاتے تو ہم لیتے۔

یہی نظام زکوٰۃ بتدریج بنی امیہ اور بنی العباس و دیگر عجمی اسلامی حکومتوں میں جاری رہا اور وہ حکومتیں موجودہ دور کی عظیم ترین حکومتوں سے کسی طرح کم نہ تھیں، علوم وصنائع کا دور تھا، فن وحکمت کی گرم بازاری تھی۔ دور و دراز ملکوں سے عیسائی، موسائی سبھی ان چشمہ ہائے علم سے سیراب ہونے آتے تھے، لیکن آج کی طرح دنیائے گذشتہ نے اقتصادیات کا سوال اس طرح حل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی اور آج کی طرح عقل ودانش کی تمام فراوانی کے باوجود یہ عقدہ لاینحل بن کر رہ گیا۔ کامیاب حکومت کا کامیاب نظام زکوٰۃ ایک ہزار سال کی مدت تک جاری رہا اور دولت مند نے غریب کی بھوک و پیاس بجھادی اور امیر وغریب دونوں ہی نے اس زمانے سے زیادہ آسودہ حال ہوکر روٹی کھائی۔ اسلام نے اس نظام اقتصادیات کا کوئی گوشہ خالی نہیں چھوڑا، بلکہ زکوٰۃ کے آٹھ مصرف نے اقتصادیات کے طوفان خیز بادل صاف کردیئے اور مسلمانوں کے لیے اقتصادیات کا مسئلہ زندگی کا ایک لاینحل اور معمولی مسئلہ بن گیا۔ اندریں حالات بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ زکوٰۃ جیسا مکمل نظام اقتصادیات صفحۂ دنیا پر موجود نہیں ہے اور دنیا اپنی تمام کوششوں کے باوجود بھی مسئلہ اقتصادیات کی پیچیدگی کو دور نہیں کرسکتی۔ جب تک کہ وہ ربانی نظام زکوٰۃ کی قائل نہ ہوجائے۔

باب دوم

مقصد زکوٰۃ :

گذشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کے معنی دو ہوتے ہیں: (۱) بڑھنا، ترقی کرنا (۲) پاک وصاف کرنا۔ اور یہی دو مفہوم اسلامی زکوٰۃ میں مدنظر ہیں، جو اسلام کا فریضہ ہے۔ اور انسان کے لیے دوامی خوش حالی کا پیغام۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی احاطت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا کی راہ میں خرچ کرنا قومی حیات کے لیے ازبس ضروری ہے، چنانچہ اس قسم کی بعض آیتیں گذشتہ صفحات میں درج کی جا چکی ہیں، بلکہ خدا کی راہ میں نہ خرچ کرنے کو اپنے ہاتھوں تباہ ہونا بتایا گیا ہے، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ انفاق فی سبیل اللہ نہ کرنا ہلاکت میں پڑنا ہے، بظاہر یہ بات بے ربط معلوم ہوتی ہے، لیکن اس معمے کا حل حیات عمرانی پر غور کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے، چوں کہ انسان مدنی الطبع ہے، اس لیے ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا محتاج ہے اور قومی ترقی محض چند افراد یا چند خاندانوں کی ترقی کا نام نہیں ہے، بلکہ قوم کی ترقی اس وقت صحیح کہلائے گی، جب اس کے افراد میں ایسے اشخاص کی ترقی ہو جن میں کا ہر ایک اپنی حیثیت کے مطابق مرفہ الحال ہو اور تمام قوم میں کاروبار کی گرم بازاری ہو، اس کی دولت تجارتی کارخانوں اور صنعتی کارگاہوں میں منتقل ہوتی رہے اور خاص و عام سب کے لیے کارزار حیات میں کسب معاش کی فراوانی پیدا ہو جائے یعنی دولت منداور آسودہ حال ہی قوم وملک ہے، جس کی دولت بازاروں، کارخانوں اور کارگاہوں میں نت نئی صورتیں اختیار کرتی رہے اور ہر آنے والے دن میں پچھلے دنوں سے دوگنی چوگنی ترقی کرے۔

اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے علم الاقتصادیات (پولیٹکل اکانومی) کے محققین کی یہ قطعی رائے کہ وہ ملک سب سے زیادہ خوش حال ہے، جس کی درآمد و برآمد خرچ سب سے زیادہ ہو یا بالفاظ دیگر جس میں روپیہ جلدی جلدی منتقل ہوتا ہو اور بے کار مدفون نہ پڑا رہے اور جس ملک کی دولت مدفون ہے وہ سب سے زیادہ مفلوک الحال ہے، ماہرین اقتصادیات صدیوں کی جگر کاوی و عرق سوزی و دیدہ ریزی اور بے حد تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہونچے، مگر اسلام کا پیغامبر اللہ رب العزت کی زبان سے تیرہ سو سال پہلے یہ بتا چکا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ —
(التوبة)

ترجمہ: جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں سخت عذاب کی خوشخبری دے دو۔

نیز فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۝١ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهُ ۝٢ -(الھمزۃ)

اس آیت کریمہ میں ’’عذاب الیم‘‘ کے الفاظ خصوصیت سے قابل لحاظ ہیں۔قرآن مجید پر تدبر کرنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ عذاب الیم سے اکثر عذاب آخرت مراد ہوتا ہے، جو حقیقتاً سب سے بڑا عذاب ہے،لیکن عذاب الیم سے کبھی اس دنیا میں ذلت ورسوائی کا عذاب بھی مراد ہوتا ہے، چنانچہ اس آیت کی روح بتاتی ہے کہ عذاب الیم سے یہاں دنیا کی ذلت ورسوائی بھی مراد ہے‘‘اور تاریخ بھی شاہد عدل ہے کہ جو قوم دنیا میں محض روپئے جمع کرنے کے پیچھے لگی اس نے اپنی قومی خصوصیات کو دفن کر دیا اور بالآخر دنیا کی نظروں میں ذلیل ہوگئی۔یہودیوں کو دیکھو انہوں نے روپئے پیدا کرنے اور جمع کرنے میں دنیا کی تمام قوموں کو پیچھے ڈال دیا ہے اور دنیا کے تمام مشترک سرمایہ دولت میں نصف سے زیادہ کے وہ مالک بن گئے،لیکن کیا یہ یہود کی سرمایہ پرستی نے دنیا کی نظروں میں انہیں کوئی ممتاز جگہ دی؟ نہیں، بلکہ جس طرح ان کی سرمایہ پرستی بے نظیر ہے، اسی طرح ان کی ذلت بھی بے نظیر ہے، غرض انفاق مال، قومی اور مالی ترقی کے لیے ازبس ضروری ہے اور جس ملک کی دولت میں صرف اغنیاء کا حصہ ہوتا ہے اور غریبوں، مسکینوں، محتاجوں کے لیے اس میں کوئی گنجائش نہیں ہوتی وہ پورا ملک بالآخر محتاج و مسکین بن جاتا ہے، کیوں کہ جس ملک میں مساکین حالت بے چارگی میں مرگئے اور سوسائٹی کے ارکان ان کے قوت بازو نہ ثابت ہوئے اور یہ مصیبت نسلاً بعد نسل جاری رہی تو رفتہ رفتہ ان کی اولادیں اور ان کے مالدار بھی مفلوک الحال ہوتے جاتے ہیں اور ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ جب سارا ملک غربت وافلاس کے بھینٹ چڑھ جاتا ہے، اس لیے کہ افراد کی عزت قوم کی عزت کے ساتھ وابستہ ہے۔فرد خواہ بجائے خود کتنا ہی دولت مند ہو، اس کی دولت قوم کے دولت مند ہونے سے قائم رہتی ہے، یہ وہ سبق ہے جسے تاریخ نے بارہا دہرایا ہے اور دھرائے گی، ان باتوں کو ذہن نشیں کر لینے کے بعد یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ زکوٰۃ بجائے خود زکوٰۃ دینے والے کے مال ومتاع کے لیے باعث تطہیر وتزکیہ ہوتی ہے، چنانچہ ابو داؤد کی درج ذیل حدیث میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

فقال ان اللہ لم یفرض الزکوۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم-(ابوداؤد)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ نے تمہاری باقی ماندہ مال کی تطہیر کے لیے تم پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ ہماری تمام کوششوں میں جو ہم حصول مال کے لیے کرتے ہیں خدا کا فضل شامل حال ہوتا ہے اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ بسا اوقات ہم میں کے دو افراد ایک ہی متعین راستہ سے حصول مال کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں، لیکن کسی کے لیے وہ راستہ کامیاب ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ وہ بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے اور کسی کے لیے وہ راستہ نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ بجائے کامیاب ہونے کے ناکامیاب ہوتا ہے، حالاں کہ کوشش اور محنت، عقل وفراست میں تقریباً دونوں برابر

ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ کامیابی محض فضل الٰہی کی رہین منت ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے اس فضل وعنایت کے شکریہ میں بندے پر بھی لازم ہے کہ وہ خدا کے دوسرے غریب بندوں کی اپنے مال سے اپنے مقدور کے مطابق مدد کرے۔

پس ہم جب زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تو نہ صرف تمدنی ومعاشرتی فرض ہی ادا کرتے ہیں، جس سے مالی وملکی فلاح مدنظر ہوتی ہے، بلکہ خود اپنے مال کی تطہیر اور خدا کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور یہ شکریہ بھی ہمارے مال ومتاع کی ترقی کا موجب ہے:

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ

ترجمہ : اگر تم شکر کروگے تو میں تمہارے مال کو بڑھاؤں گا۔

عام صدقات وخیرات کی فضیلت :

پچھلے صفحات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ مسائل تھے، جن کا تعلق فرائض سے تھا یعنی اللہ کے راستے میں جس قدر خرچ کرنا ہر صاحب نصاب کے لیے فرض ہے اور جس کی ادائے گی کے بغیر وہ مجرم اور گنہگار ہوتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ قرآن حکیم کی آیتوں، حدیث نبوی کے ارشادات صحابہ وتابعین وسلف صالحین کے عمل سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے راستے میں جس قدر مال بھی صرف کیا جائے نیکی ہی نیکی ہے۔

(۱) شروع سورۂ بقرہ میں الم:

وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۝۳

ترجمہ : وہ نمازیں ادا کرتے ہیں اور میرے عطیہ میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۲) اسی سورۂ بقرہ رکوع: ۲۲ میں فرمایا گیا:

وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِۙ وَالسَّآئِلِيۡنَ وَفِى الرِّقَابِۚ

ترجمہ : مال خرچ کیا، مال کی محبت کے باوجود قرابت مندوں، مسکینوں مسافروں، مانگنے والوں اور لونڈی غلام آزاد کرنے ہیں۔

(۳) پھر سورہ بقرہ رکوع: ۳۷ میں فرمایا گیا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ ۔

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی پاکیزہ کمائی سے راہ خدا میں صرف کیا کرو۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبۡتُمۡ وَمِمَّآ اَخۡرَجۡنَا لَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ۔(البقرۃ:۲۱۷)

ترجمہ : اے ایمان والو! اپنی بہتر کمائی اور زمین سے جو میں نے تمہارے لیے نکالا ہے خیرات کرو۔

(۵) قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی جہاد بالنفس کا ذکر آیا ہے، یا جہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں خریدنے کا ذکر فرمایا ہے، وہاں ان کے اموال کا ذکر بھی آیا ہے۔

الذین جاھدوا باموالھم انفسھم ......

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ -(التوبۃ:۱۱۱)

الغرض انفاق فی سبیل اللہ کی بے حد تاکید فرمائی ہے اور اسے تقویٰ کا ایک عنصر قرار دیا گیا ہے۔

یہ تو قرآن مجید کی آیتوں سے استشہاد تھا، اب احادیث نبوی ﷺ سے کچھ ملاحظہ کیجیے:

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان لی مثل احد ذھبا لسرنی ان لا یمر علی ثلاث لیال و عندی منہ شئ الا شئ ارصدہ لدین-(رواہ البخاری)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس اُحد (ایک پہاڑ) کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ پسند ہے کہ مجھ پر تین راتیں بھی نہ گزریں کہ وہ سب کا سب خرچ ہو جائے اور میرے پاس کچھ بھی نہ بچے سوائے اس رقم کے جو میں قرض ادا کرنے کے لیے رکھ چھوڑوں۔

(۲) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن یوم یصبح العباد فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدھما اللھم اعط منفقا خلفا ویقول الآخر اعط ممسکا تلفا-(مفتق علیہ)

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ ہر بندہ جب صبح کرتا ہے تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے اے خدا! خرچ کرنے والے کو اور دے۔ دوسرا کہتا ہے: اے خدا! بخیل کا مال ضائع کر دے۔

(۳) عن اسماء قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفقی ولا تحصی فیحصی اللہ علیك ولا توعی فیوعی اللہ علیك ارضخی ما استطعت- (مفتق علیہ)

ترجمہ : حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خرچ کئے جا اور شمار نہ کر، تاکہ پھر خدا بھی تجھے گن گن کر نہ دینے لگے، نہ جمع کر کہ خدا بھی تیرے حصے کا علیحدہ جمع کر دے، جو ممکن ہو دے ڈال۔

(۴) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انفق یا بن اٰدم انفق علیك۔

ترجمہ : حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ابن آدم اللہ کے راستے میں خرچ کر، خدا تجھ کو عطا کرے گا۔

(۵) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا بن اٰدم تبذل الفضل خیرلك وان تمسکہ شرلك ولا تلام علی کفافٍ وابدء بمن تعول-(رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابن آدم! اگر تو اپنی ضرورت سے فاضل حصہ خرچ کردے تو تیرے لیے بہتر ہے اور اگر روک لے تو تیرے لیے برا ہے اور ضرورت بھر روکنے میں کوئی ملامت نہیں، اور دینے کے وقت عیال دار کو مقدم رکھ۔

(۶) عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ واتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم حملھم علی ان سفکوا دماءھم واستحلوا محارمھم۔(رواہ مسلم)

ترجمہ : حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو، اس لیے کہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیوں میں سے ہے اور بخل سے بچو، اس لیے کہ بخل نے تمہارے قبل والوں کو تباہ کیا۔ اور اسی کی وجہ سے انہوں نے ایک دوسرے کا خون بہایا اور محارم کو حلال کیا۔

(۷) عن ابی بکرن الصدیق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل الجنۃ خب ولابخیل ولامنان۔(رواہ الترمذی)

ترجمہ : حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں دھوکہ باز بخیل اور احسان جتانے والا نہیں داخل ہوگا۔

(۸) عن ابی سعید ن الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصلتان لاتجتمعان فی مومن البخل وسوء الخلق۔(رواہ الترمذی)

ترجمہ : حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوعادتیں مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں بخالت اور کج خلقی۔

قرآن عظیم کی آیتوں نیز احادیث نبوی ﷺ نے صدقہ کو کس درجہ ضروری قرار دیا ہے، اوپر کی حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ متقی ہونے کے لیے صدقہ وخیرات ایک لازمی چیز ہے، بخیل اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کتنا مجرم کس قدر خطا کار کس حد تک غیر متقی ہے اوپر کی ایک حدیث میں کتنی پر ہیبت وعید کی جاتی ہے کہ بخیل جنت میں نہیں جائے گا، پھر فرمایا جاتا ہے کہ بخل نے تمہارے پہلوں کو تباہ کیا اور اسی کے سبب لوگوں نے ایک دوسرے کا خون کیا، کہیں فرمایا بخل وکج خلقی مومن میں نہیں ہوتی۔ گویا ایمان اور بخل ایک جگہ جمع ہو ہی نہیں سکتے۔ صدقات وخیرات کی تعلیم کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موثر الفاظ ہوسکتے تھے، اور ظاہر ہے کہ اس کا مقصود بھی یہی تھا کہ اغنیاء کی دولت میں غریب ونادار اور ناکارے افراد پر تقسیم کرنے کا جذبہ کارفرما رہے۔ یہ ہے سچی انسانی ہمدردی کی تعلیم۔ یہ ہے جذبہ ایثار کی صحیح تصویر اور یہ ہے اللہ کے بندوں پر شفقت کا صحیح خدوخال۔ اب آئیے غور کیجیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اور ان کے برگزیدہ امتیوں نے اس پر کہاں تک عمل کیا، تو ظاہر

ہے کہ سرور عالم ﷺ کی پوری سیرت طیبہ اس کی شاہد عدل ہے۔آپ نے کبھی بھی کوئی سرمایہ محفوظ نہ کیا، یہاں تک کہ حضور کے لیے اس دنیا کے حصے میں اتنا بھی نہ تھا کہ شرعی زکوٰۃ ادا کرنے کی کبھی ضرورت پیش آئی ہو۔حضرت سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر وسیدنا عثمان و سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی ضرورت سے فاضل کبھی اپنے پاس نہ چھوڑا، بلکہ سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا، جیش العسرۃ کی ترتیب کے وقت حضرت سیدنا ابوبکر نے اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے حوالے کر دیا۔اسی طرح حضرت عمر انتقال کے وقت قرضدار تھے، جود وسخا کی داستان سیرت ورجال کی کتابوں میں ایک طرۂ امتیاز رکھتی ہے۔حضرت امام حسن علیہ السلام کا...... یہ حال تھا کہ خوان نعمت ہر فرد کے لیے کشادہ تھا اور سینکڑوں ہزاروں آدمی روزانہ اس پر اپنا رزق کھایا کرتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوا کہ سفر کے موقع پر اونٹوں پر اشرفیوں کی تھیلیاں رکھی ہوتیں اور حاجت مند مفلوک، بے کس، یتیم اور نادار افراد پر برابر چلتے ہوئے تقسیم کی جاتیں اور منزل پر پہنچنے کے بعد ان میں سے کچھ بھی باقی نہ رہتا۔۔۔(تاریخ الخلفاء للسیوطی)

اسی طرح تابعین وتبع تابعین میں بے شمار ایسی ہستیاں گزری ہیں جنھوں نے اپنی ضرورت سے فاضل کبھی جمع کرنے کی کوشش نہ کی اور سب خدا کی راہ میں صرف کر دیا، ائمۂ مجتہدین میں حضرت امام ابوحنیفہؒ اسخی الناس تھے۔اور اپنی ذاتی کمائی سے اس قدر خیرات فرماتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔نیز مالک شافعی اور احمد بن حنبل سفیان ثوری رحمہم اللہ بھی حب مال سے کوسوں دور تھے، ہمارے صوفیائے کرام کے یہاں تو مال و دولت کی محبت اور اللہ ورسول کی محبت ایک ساتھ جمع ہو ہی نہیں سکتی تھی۔حضرت جنید بغدادی وشبلی ومعروف کرخی مال و دولت کا کنز کرنا خدا اور رسول سے جنگ کے مترادف سمجھتے تھے۔حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے۔حضرت شبلی نے فرمایا کہ فقیروں کے مذہب پر جواب چاہتے ہو یا فقیہوں کے مذہب پر۔اس نے کہا: دونوں کے مذہب پر۔آپ نے فرمایا فقیہوں کے مذہب پر دوسو درم پر (ایک سال گزرنے کے بعد) پانچ درم اور فقیروں کے مذہب پر فوراً وہ پورے دوسو اور مزید اپنی جان بھی شکرانہ میں پیش کرنی چاہیے۔۔۔(مکتوبات سہ صدی حضرت شرف الملۃ والدین شیخ شرف الدین یحییٰ منیری)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا، سب سے بڑی درویشی ہے۔حضرت کی جود وسخا ان کی کرامت کی طرح اس کثرت سے ان کے تذکرہ میں موجود ہے۔جو تقریباً حد بیان سے باہر ہے۔۔۔(قلائد الجواہر)

حضرت سیدنا محبوب الٰہی سلطان محمد نظام الدین اولیاء بدایونی دہلوی رضی اللہ عنہ کی سخاوتیں اظہر من الشمس ہیں۔حضرت کے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہ تھی، لیکن خود صائم الدہر رہتے تھے اور سوکھی روٹی اور پانی سے زیادہ افطار فرماتے، لیکن خانقاہ میں بریانی کا لنگر جاری رہتا اور ہزاروں انسان دونوں وقت دسترخوان کرم سے فیضیاب ہوتے۔۔۔(اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ذکر نظام الحق والدین محمد بدایونی)

حضرت سلطان جی صاحب نے اپنے وصال کے وقت یہ حکم دیا کہ خانقاہ میں جتنی چیزیں ہیں، وہ سب خیرات کر دی جائیں اور تمام جھاڑو پھیر دی جائے میں اس طرح مرنا چاہتا ہوں کہ دنیا کا ایک حبّہ بھی میرے مرنے کے بعد میری ملکیت میں باقی نہ رہے اور خدا کے سامنے مجھے جواب دینا نہ پڑے۔ اللہ اکبر۔ ان حضرات نے اسلام و انسانیت کے اس آخری مرتبۂ کمال کو کس حد تک حاصل کر لیا تھا، جس کے بعد اب کوئی مرتبہ باقی نہیں رہتا ہے، غور فرمایئے، ان خواص امت کے دل سے مال کی محبت کس طرح کافور بن کر اڑ گئی تھی کہ انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا جس کے دل میں مال کی محبت ہے، وہ ربانی نہیں بن سکتا۔

یہ جو کچھ عرض کیا گیا، وہ درحقیقت قانونی خیرات (زکوٰۃ) سے علاحدہ چیز ہے، یہ اخلاقی خیرات ہے، جو قانون کے دائرہ سے نکل کر کمال انسانیت کے دائرہ کو عبور کرتی ہے، یہ وہ خیر ہے جو ایک بلند روحانی معیار تک پہنچاتا ہے اور اس کے ذریعہ امت کے باحوصلہ افراد خیار امت کے سررشتہ میں جڑ جاتے ہیں، لیکن حضرت محمد ﷺ کی تعلیم چوں کہ ہر کس و ناکس کے لیے تھی، اس لیے ظاہر تھا کہ طبیعت، مزاج، حالات اور سعادت یمن کے لحاظ سے ہر انسان اس میدان میں گوئے سبقت نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لیے اس آخری زینۂ کمال عبودیت کو ہر انسان کے لیے دستور العمل نہیں بنایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیم ظرف وصلاحیت کے اعتبار سے ہوتی تھی۔

صدقہ لینے اور دینے والوں کی صحیح تشخیص اور دونوں کے فرائض :

داعی اسلام ﷺ نے ہر انسان کو جہاں دین و دنیا کی مجموعی تعلیم دی ہے، وہاں ایک بڑی تعلیم عزت نفس کی بھی دی ہے، اسلام نے انسانیت کے شرف کے لیے خودداری، خود اعتمادی، نیز رحم و کرم، بے نفسی بے ریائی وغیرہ کا ایک نسخۂ کیمیا عطا فرمایا ہے اور اس کے استعمال کرنے کی ہر انسان کو تشویق دلائی ہے، اگر انسان کسب معاش کی پوری صلاحیت رکھتا ہے تو اس کے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ اپنی ضروریات کے لیے دوسروں کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے، کہ یہ اس کی عزت نفس بلند حوصلگی اور شرف انسانیت پر ایک سیاہ داغ ہے، اس طرح وہ شخص جو سرمایہ رکھتا ہے دولت کے انبار اس کے گھر میں لگے ہوئے ہیں، ضروریات زندگی کا ریل پیل ہے تو اس کے شرف کو یہ کہہ کر ٹھوکر لگائی ہے کہ مال صرف اپنی ذات کو آسودہ بنانے کے لیے نہیں ہے، بلکہ دوسرے حاجت مند کو مسکین، یتیم کو بھی اس سے فائدہ پہنچانا اس کے لیے عین منشاء الٰہی کا تقاضا ہے۔ ان دونوں حقیقتوں کی موجودگی میں اب یہ دیکھنا ہے کہ لینے والوں کو کس حال میں لینا درست ہے اور دینے والوں کو کہاں دینا ہے اور کس طرح دینا ہے۔

زکوٰۃ دینے والوں کے فرائض :

(۱) اسلام نے صدقہ دینے والوں کے لیے اس حقیقت کو آشکارا کیا کہ صدقہ یا زکوٰۃ محض رضائے الٰہی کے لیے دیا جائے اور اس میں کسی قسم کے نمود و ریا کو کوئی دخل نہ ہو، اس لیے کہ صدقہ دینے والے کا مقصود صرف اپنے اس غریب بھائی کی

مدد ہے جو کسب معاش سے عاجز ہے، اس پر احسان جتانا، اسے ذلیل کرنا یا اس کو دے کر اپنی نیکی کی شہرت کرانا نہیں ہے، کیوں کہ اس سے دینے والے کی دنایت کم ظرفی اور وجاہت طلبی کا ثبوت ملتا ہے، دوسری طرف لینے والے کی غیرت وخودداری وعزت نفس کو ایک عظیم دھکہ لگتا ہے اور وہ بجائے ممنون وشکر گزار ہونے کے رنجیدہ غمگین اور بسا اوقات اس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید نے ان صدقہ دینے والوں کی تعریف کی ہے جو خالصۃً لوجہ اللہ صدقہ دیتے ہیں، فرمایا گیا:

اِنَّمَا نُطۡعِمُكُمۡ لِوَجۡهِ اللّٰهِ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا۝۹ ـ (الدھر)

ترجمہ: بے شک ہم تمہیں خدا کے لیے کھلاتے ہیں، تم سے کوئی بدلہ وشکریہ نہیں چاہتے۔

کیوں کہ احسان مندی وشکر گزاری کی طلب سے ثواب کے تمام خزانے سوخت ہو جاتے ہیں اور اس کارنامہ کی تمام حقیقت کافور کی طرح اڑ جاتی ہے، پھر وہ لوگ جو ان شرائط کے ماتحت صدقہ دیتے ہیں، ان کی تعریف کی جاتی ہے:

اَلَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتۡبِعُوۡنَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى ۙ لَّهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۝۲۶۲ قَوۡلٌ مَّعۡرُوۡفٌ وَّمَغۡفِرَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ صَدَقَةٍ يَّتۡبَعُهَاۤ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيۡمٌ۝۲۶۳ ـ (البقرۃ)

ترجمہ: جو لوگ خدا کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں پھر نہ احسان جتاتے اور نہ طعنہ دیتے ہیں ان کا ثواب ان کے خدا کے پاس محفوظ ہے، انہیں کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے، کچھ پسندیدہ بات اور نرمی کے ساتھ سائل کو رخصت کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے، جس کے بعد احسان جتایا یا طعنہ دیا جائے۔ خدا تمہاری ایسی خیرات سے بے نیاز ہے اور تم سے درگزر کرنے والا ہے۔

قرآن عظیم نے اس عمل کے شرائط مبینہ کے ساتھ ادا نہ کرنے کی ایک عجیب تر تشبیہ دی ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِكُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰى ۙ كَالَّذِىۡ يُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفۡوَانٍ عَلَيۡهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلۡدًا ؕ لَا يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰى شَىۡءٍ مِّمَّا كَسَبُوۡا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ۝۲۶۴ ـ (البقرۃ)

ترجمہ: ایمان والو! اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور طعنہ دے کر برباد نہ کرو، جیسا کہ وہ اپنے صدقہ کو برباد کرتا ہے، جو صرف دکھاوے کو دیتا ہے اور خدا اور قیامت پر ایمان نہیں لاتا۔ اس طرز کی خیرات کی مثال اس پتھر کی ہے جس پر مٹی ہو، لیکن اس پر ایک ہی پانی پڑ جانے سے دھل گئی ہو، وہ پتھر پوری طرح چکنا اور صاف ہو گیا ہو (یعنی اب اس پر کوئی چیز جم نہیں سکتی) انہوں نے جو بھی کام کیے، اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، خدا کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۲) اسلام نے صدقہ دینے کا ایک بہتر اصول یہ بھی بتایا کہ صدقہ چھپا کر دیا جائے کہ اس طرح صدقہ دینے والے نمائش عجب اور ریا کی تمام منزلوں سے کامیاب ہو کر نکل جاتا ہے اور سائل کی بے حیائی و بے غیرتی ذلت و رسوائی کا ذمہ دار نہیں

بنتا، کیوں کہ اس طرح دینے میں اپنی اور سائل دونوں کی بربادی کا وہ ذمہ دار ہوتا ہے، اپنی اس طرح کہ عجب وریا کی چادریں اس کے ہر سمت لپٹ کر رہ جاتی ہیں اور یہ صدقہ صرف اعلان واشتہار ہی کے لیے رہ جاتا ہے اور سائل کو اس طرح علانیہ دینے کی صورت میں جب کسی سائل کے فقر وفاقہ کی داستان عام ہو جاتی ہے تو اس کی بے حیائی وبے غیرتی بھی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور وہ پنجے جھاڑ کر تمام بے غیرتیوں کے ساتھ بھیک مانگنے کا عادی مجرم بن جاتا ہے اور اس طرح یہ علانیہ داد و دہش گداگری و دریوزہ گری کا ایک مستقل سبب بن جاتی ہے، اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا: بہتر صدقہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے دو تو بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ مگر اسی کے ساتھ بعض مواقع ایسے بھی ہیں جہاں صدقہ خیرات کے اعلان کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے، کہ نادہندافراد کو اس کے ذریعہ تشویق ہو خصوصاً زکوٰۃ کی ادائے گی بہر حال علانیہ ہونی چاہیے کہ زکوٰۃ نہ ادا کرنے کے طعن سے بچ سکے اور پھر نہ دینے والوں کو نصیحت ہو اور اسی مفہوم کو قرآن عظیم اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ، (بقرہ) سے ادا فرمایا ہے اگر تم صدقہ اعلانیہ دو تو یہ بھی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر اہل حاجت کو دو تو یہ بہت بہتر ہے تمہارے لیے۔

—(جاری)

****

برائے مضمون نگار حضرات

- مجلہ ''المجیب'' کیلئے جو بھی مضامین ارسال کریں وہ خالص المجیب کے لئے ہو تا کہ مجلے کا معیار برقرار رہ سکے۔
- مضامین کمپوز کرا کر ارسال کریں۔
- مضمون کے پہلے یا آخری صفحہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور لکھیں۔
- مضامین بھیجتے وقت اس کی نقل اپنے پاس رکھیں۔ مضامین گم ہونے کی صورت میں ادارے پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوگی۔

سرکولیشن منیجر

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

● سید نعمان غنی دیوروی

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی دعوت پیش کی تو آپ کے اور مسلمانوں کے ساتھ مخالفوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے۔ ہر وہ ظلم اور ہر وہ مخالفانہ رویہ اختیار کیا جس سے اسلام کی دعوت کو زک پہونچے، لیکن اس کے باوجود ان مظالم کا بدلہ نہیں لیا گیا، بلکہ رحمت عالم ﷺ نے ہر اس موقع پر جہاں بدلہ لیا جا سکتا تھا، عفوو درگزر سے کام لیا اور مخالفوں سے انتقام نہیں لیا۔ رحمت کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

تین سال تک قریش کے تمام قبیلوں نے مل کر بنی ہاشم اور مسلمانوں کا مکمل مقاطعہ کیا تھا، آنحضرت ﷺ اپنے خاندان اور اپنے اصحاب کے ساتھ شعب ابی طالب میں محصور رہے تھے۔ قریش کے لوگوں نے ہر طرف سے اس محلے کی ناکہ بندی کردی تھی جس سے گزر کر کسی قسم کی رسد اندر پہنچ سکتی تھی، صرف حج کے زمانے میں یہ محصورین باہر نکل کر کچھ خریداری کرسکتے تھے۔ تین سال کے اس مقاطعہ نے مسلمانوں اور بنی ہاشم کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔ ان پر ایسے ایسے سخت وقت گزرے تھے جن میں بسا اوقات گھاس اور پتے کھانے کی نوبت آئی تھی۔

محاصرہ ختم ہی ہوا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کے چچا ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور پھر ایک ماہ کے بعد حضور ﷺ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ ان دونوں کے انتقال سے حضور ﷺ کو سخت صدمہ پہونچا، کیوں کہ ابوطالب دس سال سے آپ کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آغاز نبوت سے آپ کے لیے وجہ سکون وتسلی بنی رہی تھیں۔

ان دونوں کے انتقال کے بعد کفار مکہ حضور ﷺ کے مقابلے میں اور زیادہ دلیر ہوگئے اور پہلے سے بھی زیادہ تنگ کرنے لگے، حتی کہ آپ کا گھر سے نکلنا بھی مشکل ہوگیا۔

آخر کار آپ ﷺ اس ارادے سے طائف تشریف لے گئے کہ بنی ثقیف کو اسلام کی طرف دعوت دیں اور اگر وہ اسلام نہ

بھی قبول کریں تو انہیں کم از کم اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے یہاں چین سے بیٹھ کر کام کرنے کا موقع دے دیں، مکہ سے طائف تک کا سارا سفر آپ نے پیدل طے کیا، بعض روایات کی رو سے آپ کا تنہا جانا معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات کے مطابق آپ کے ساتھ صرف حضرت زید بن حارثہ تھے۔ طائف پہنچ کر آپ نے وہاں چند روز قیام کیا اور ثقیف کے سرداروں اور معززین میں سے ایک ایک کے پاس جا کر بات کی، مگر انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی کوئی بات نہ مانی، بلکہ آپ کو صاف صاف نوٹس دے دیا کہ وہ شہر سے نکل جائیں، کیوں کہ ان کو اندیشہ تھا کہ آپ کی تبلیغ ان کے نوجوانوں کو بگاڑ نہ دے۔

مجبوراً آپ کو طائف چھوڑ دینا پڑا، جب آپ وہاں سے چلنے لگے تو ثقیف کے سرداروں نے لفنگوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا، وہ راستے کے دونوں طرف دور تک آپ پر آوازے کستے، گالیاں دیتے اور پتھر مارتے چلے گئے، یہاں تک کہ آپ زخموں سے چور ہو گئے اور آپ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں، اس حالت میں آپ طائف کے باہر ایک باغ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے اور اپنے رب سے عرض کیا کہ:

''خداوندا! میں تیرے ہی حضور اپنی بے بسی و بے چارگی اور لوگوں کی نگاہ میں اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو سارے ہی کمزوروں کا رب ہے اور میرا رب بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے حوالے جو مجھ سے دشمنی کے ساتھ پیش آئے، یا کسی دشمن کے حوالے جو مجھ پر قابو پالے، اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی مصیبت کی پرواہ نہیں، مگر تیری طرف سے عافیت مجھے نصیب ہو جائے تو اس میں میرے لیے زیادہ کشادگی ہے، میں پناہ مانگتا ہوں تیری ذات کے اس نور کی جو اندھیرے میں اجالا اور دنیا اور آخرت کے معاملات کو درست کرتا ہے، مجھے اس سے بچالے کہ تیرا غضب مجھ پر نازل ہو یا میں تیرے عتاب کا مستحق ہو جاؤں، تیری مرضی پر راضی ہوں، یہاں تک کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ کوئی زور اور طاقت تیرے بغیر نہیں''۔

دل شکستہ و غمگین پلٹ کر جب آپ ﷺ قرن المنازل کے قریب پہنچے تو محسوس ہوا کہ آسمان پر ایک بادل سا چھایا ہوا ہے، نظر اٹھا کر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام سامنے تھے، انہوں نے پکار کر کہا ''آپ کی قوم نے جو کچھ آپ کو جواب دیا ہے اللہ نے اسے سن لیا، اب یہ پہاڑوں کا منتظم فرشتہ اللہ نے بھیجا ہے، آپ جو حکم دینا چاہیں اُسے دے سکتے ہیں۔'' پھر پہاڑوں کے فرشتے نے آپ کو سلام کر کے عرض کیا ''آپ فرمائیں تو دونوں طرف کے پہاڑ ان لوگوں پر الٹ دوں؟ رحمت عالم ﷺ نے جواب دیا، نہیں! بلکہ امید رکھتا ہوں کہ اللہ ان کی نسل سے وہ لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لاشریک کی بندگی کریں گے''۔

(۲) بارہا کفار مکہ آنحضرت ﷺ سے کسی خاص معجزہ دکھانے اور عذاب لانے کی فرمائش کرتے رہتے تھے، تاکہ اسے دیکھ کر وہ ایمان لے آئیں، جس کا تذکرہ قرآن پاک میں متعدد جگہ آیا ہے، ایک بار قریش نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر یہ بات کہی کہ ''تم خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ کوہ صفا سونے کا ہو جائے، ہم گھوڑے ہتھیار مول لیں، تب تم پر ایمان لا کر تمہارے

ساتھ ہو کر لڑیں‘‘ فرمایا’’ بہتر تم عہد کرو کہ اللہ تعالیٰ کوہ صفا کو سونے کا کر دے گا تو تم ایمان لے آؤ گے؟ سب نے اقرار کیا، حضرت رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم صفا کو ان کے لیے سونے کا کئے دیتے ہیں، لیکن اگر وہ پھر بھی تم پر ایمان نہ لائے تو ہم ان کو عذاب دیں گے جو سارے جہاں میں کسی کو نہ دیا ہو گا‘‘۔

حضرت رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اے رب! نہیں، مجھ کو اور میری قوم کو چھوڑ دے، میں ان کو روز بہ روز بلاتا رہوں گا‘‘۔

(۳) غزوہ بنی المصطلق (یا غزوہ مریسیع) کے موقع پر ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک ملازم جہجاہ بن مسعود غفاری اور قبیلہ خزرج کے ایک حلیف سنان بن دبر جہنی کے درمیان پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ ایک نے انصار کو پکارا، دوسرے نے مہاجرین کو آواز دی، لوگ دونوں طرف سے جمع ہو گئے اور معاملہ رفع دفع ہو گیا لیکن عبداللہ بن ابی جو انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا بات کا بتنگڑ بنا دیا۔ اس نے انصار کو یہ کہہ کہہ کر بھڑکانا شروع کیا کہ’’ مہاجرین ہم پر ٹوٹ پڑے ہیں اور ہمارے حریف بن بیٹھے ہیں، ہماری اور ان قریشی کنگالوں کی مثال ایسی ہے کہ کتے کو پالیں تاکہ تجھ ہی کو بھنبھوڑ کھائے۔ یہ سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے، تم لوگوں نے خود ہی لا کر اپنے یہاں بسایا ہے اور ان کو اپنے مال و جائداد میں حصہ دار بنایا ہے، آج اگر تم ان سے ہاتھ کھینچ لو تو یہ چلتے پھرتے نظر آئیں۔‘‘ پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ مدینے واپس پہنچنے کے بعد جو ہم میں سے عزت والا ہے، وہ ذلیل لوگوں کو نکال کر باہر کر دے گا‘‘۔

جب ان باتوں کی اطلاع رحمت عالم ﷺ کو پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اس شخص کو قتل کرا دینا چاہیے، مگر حضور ﷺ نے فرمایا کہ’’ عمر! دنیا کیا کہے گی کہ (حضرت) محمد (ﷺ) خود اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کر رہے ہیں‘‘۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

توجہ طلب

سہ ماہی مجلہ’’ المجیب‘‘ میں شائع ہونے والے مضامین میں حسب ضرورت تلخیص اور الفاظ وتراکیب کی تصحیح کرنی پڑتی ہے۔

اہل قلم حضرات کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ اِسے گوارہ فرمائیں۔ بصورت دیگر ہماری معذرت قبول فرمائیں۔۔۔۔ (ادارہ)

وادئ فاران کا رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● مولانا محمد زکریا قالبؔ آروی فاضل مجیبی

وہ سردار دو جہاں وہ محمد عربی ❁ بروح اعظم و پاکش درود لامحدود

یہی وہ مقدس سرزمین ہے ۔جسے رحمت مجسم، نبی مکرم، سرور عالم، محسن اعظم، فخر دو عالم، صاحب الجود والکرم، سید الثقلین نبی الحرمین، امام القبلتین، صاحب قاب قوسین، محبوب رب المشرقین والمغربین، صاحب خیر الوریٰ، شافع روز جزا، آقائے نامدار، مولائے غمگسار، جناب سید الابرار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے گہوارہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔

لاریب فیہ اس دنیا میں بہت سی جلیل القدر ہستیاں گزری ہیں اور بہتیرے ایسے عظیم المرتبت افراد آئے کہ ان کے سنہرے کارنامے تاریخ اوراق میں جلی قلم سے لکھے گئے ہیں ۔ بہت سے ایسے ماہر علوم وفنون ہوئے کہ ان کی قابلیت اور ذکاوت وذہانت کا سکہ بڑے بڑے عقلائے عصر کے دلوں پر بیٹھا ہوا تھا۔

کسی نے اگر ممالک کثیرہ اور بلاد عظیمہ کو فتح کر کے اپنی شجاعت وجواں مردی اور رفعت ہمتی کا سکہ بٹھایا تو کسی نے جہاں بانی وعدل گستری کی وہ بے نظیر اور خصوصی شان دکھلائی کہ زمانہ آج تک ان کا مدح خواں ہے۔

ان کے علاوہ دنیا کے اندر روحانی حکماء، جن کو شریعت مطہرہ میں نبی اور رسول کے خوش کن اور مسرت آگیں نام سے موسوم کرتے ہیں ۔لاکھوں کی تعداد میں تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے اپنے فرائض منصبی کو جدو جہد اور پورے انہماک واستغراق کے ساتھ انجام دیا۔ان کے اندر بھی یکے بعد دیگرے بہت سی ممتاز ہستیاں آئیں کہ ان کے زریں کارناموں سے تاریخ کے صفحات لبریز ہیں۔

لیکن ان ناموروں اور بزرگ ہستیوں کے کارنامے کسی خاص زمانہ اور کسی خطۂ ارضی کے لئے محدود ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جس کے وجود سے ایک خاص سرزمین یا ایک خاص حصۂ ملک کے لوگوں کے سوا اور جگہ کے باشندے بھی فیضیاب ہوئے ہوں۔

الایہ فخر اور امتیازی شان صرف وادئ فاران ہی کو حاصل ہے کہ اس کے بطن سے ایک ایسا برگزیدہ اور دنیا اور دنیا کا مایہ ناز انسان پیدا ہوا، جو فخر کائنات کہلایا اور جس نے رحمۃ للعالمین کا لقب پایا۔

رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں قدرت کی ہر ایک شئی کی پوجا کی جاتی تھی، ان چیزوں کے سامنے وہ سر جو خدائے قدوس کے حضور میں جھکنا چاہیئے تھا۔ بلاخوف وخطر نگوں کیا جاتا تھا۔ عرب ہی پر کیا منحصر ہے۔ مصر، شام، روم، یونان، ایران، طہران اور آپ کا یہ ہندوستان سبھی اس دریائے کفر وضلالت میں غوطہ زن تھے۔

مسیح علیہ السلام کے پیروکار نے تین خدا بنا رکھا تھا۔ آتش پرستوں نے سورج کے سامنے سرِ نیاز خم کر دیا اور آگ کو اس کا نائب تصور کرتے ہوئے اس کی پرستش شروع کر دی، اگر ایک پہاڑی سنگریزوں کو اپنا دیوتا مانتا تھا، تو دوسرا تو وہ خان کو اپنا حاجت روا تسلیم کئے ہوئے تھا۔ غرض کہ دنیا کی حالت بد سے بدتر اور بدترین ہو چلی تھی۔

اچانک رحمت حق کو حرکت ہوئی اور ایک ایسا نور پیدا ہوا جس کی تجلی و درخشانی سے تمرد وعصیان، فسق وعدوان، ضلالت وجہالت کے بادل چھٹ گئے اور دنیا کے امن وسکون اور رحمت وشفقت کا پیغامبر یعنی مرسل اکبر، خیر البشر، ذات مطہر، شاہد مبشر، معلم ورہبر، ہادی اکبر، سرور کائنات، فخر موجودات، انیس الغریبین، سراج السالکین، رحمۃ للعالمین، نبی مکرم، رسول معظم، جناب سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مادر گیتی کے بطن سے جلوہ افروز ہوئے۔

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا ❁ دعائے خلیل اور نوید مسیحا

یہ وہی خیر البشر تھا۔ جس کی آمد آمد کی نوید ایک عرصۂ دراز سے انبیاء ورسل اپنی اپنی قوموں کو دیتے چلے آئے تھے اور باشندگان عرب اس مبارک ساعت کے سہانے خواب دیکھا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ اور حضرت آمنہؓ کا لال وہ در یتیم تھا۔ جس کی چمک دمک سے نہ صرف سرزمین عرب میں اجالا ہوا۔ بلکہ اس کی ضیاپاش شعاعوں نے تمام عالم کو کندن کی طرح چمکا دیا۔ شان ایزدی نے آغوش آمنہ میں ایک ایسا پھول کھلایا جس کی خوشبو سے نہ صرف ادئ فاران معطر ہوئی۔ بلکہ ساری دنیا مہک اٹھی۔

معطر فضا، مست ساری خدائی ❁ صبا مشک افشاں مدینے سے لائی

وہ ایک ایسا رسول اور ایک ایسا ریفارمر تھا جس نے کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب تہہ نہ کیا تھا، بلکہ اس ذات ستودہ صفات نے صحیفۂ عالم سے تعلیم پائی تھی، اس برگزیدہ اور ہونہار مقدس بچہ کا معلم خود خالق اکبر تھا۔

اس رحمت مجسم کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ اس کے پہلو میں ایک ایسا مبارک دل تھا، جو غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کے درد سے پر رہتا تھا۔

الفضل ما شهدت به الاعداء

ابوسفیان جیسا دشمن ایمان واسلام، حب روم کے بادشاہ (ہرقل) کے دربار میں حاضر ہوا، تو اس سے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کے چال چلن کے متعلق جب سوال کیا گیا تو وہ دشمن ایمان بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ (آپ ﷺ) ہمیشہ سچ بولتے ہیں، صادق ہیں، کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے، ایفائے وعدہ آپ کا شیوہ شعار ہے اور کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔ رحم و کرم آپ کا خاص امتیازی شان ہے۔

حضور رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم دوسروں کو بے تاب دیکھ کر خود بے قرار ہو جایا کرتے تھے۔ عرب جیسے سفاک و خوں ریز، کینہ پرور اور جفا کار لوگ جن کا کام سوائے قتل و غارت گری کے اور کچھ نہ تھا ظلم و تعدی جن کا خاصہ تھا۔ محض آپ کی تعلیم اور اخلاق کے اثر سے ان کا کایا پلٹ ہو گیا اور دنیا میں وہ ایک مہذب قوم کہلائے۔

آپ کا وجود مسعود ساری خلقت کے لئے سراپا رحمت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ایک ایسی زندگی کی تعلیم فرماتے تھے۔ جہاں ابدی راحت اور امن وسکون کا دور دورہ تھا۔ آپ کی زبان مبارک میں وہ اثر اور حلاوت تھی کہ پتھر سے دل بھی پانی پانی ہو جاتے تھے۔ نہایت سرکش و مغرور اور ہٹ دھرم لوگ بھی جب آپ کے دربارِ دُربار میں حاضر ہوتے تو آپ کے اخلاق اور تعلیم سے موثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں لکھتا ہے:

”پیغمبر اسلام نے عرب جیسی بے حس و حرکت سرزمین میں اپنے جاں بخش کلام سے حیات ابدی کی ایک تازہ روح پھونک دی“۔

مشہور جرمن مؤرخ ڈوش لکھتا ہے:

ہم اس زمانہ میں محبت و اخوت اور آزادی کی خفیف صدائیں سنتے ہیں، لیکن محمد ﷺ کے عہد میں یہ عظیم الشان اظہارات پوری پوری آواز رکھتے تھے۔ آپ نے لوگوں کو اسلام سکھایا اور اسلام کیا ہے؟ — ”اخوت، محبت، اور امن، یکجہتی کی تعلیم“۔

ایک عرصہ دراز سے دنیا کے اندر غلام بنانے کی رسم و رواج چلی آتی تھی کسی مذہب نے اس کو معیوب و مذموم قرار نہیں دیا۔ جو جو مظالم غلاموں پر ہوا کرتے تھے اور جس قسم کی دردناک اذیت و تکالیف ان پہ روا رکھے جاتے تھے، ان کے خیال سے بھی انسانی رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں۔

عیسائی مذہب نے بھی غلاموں کی اصلاح کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے کوئی قانون مرتب نہیں کیا، بلکہ غلاموں کو مخاطب کر کے یہ حکم دیا گیا ”اپنے آقا کی، جو تمہارے جسم کے مالک و مختار ہیں، ہمیشہ اطاعت کیا کرو“۔

غلاموں کی اولاد بھی غلام کہلاتی تھی، لیکن تاریخ عالم کی اوراق گردانی کرنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف ہمارے نبی سرور کائنات ﷺ کا وجود مقدس تھا، جنہوں نے ان بدنصیبوں اور بے کسوں کی حالت زار پر رحم کھایا، ان کے مصائب و آلام سے آپ کے نازک و مبارک حساس دل کو صدمہ پہنچا اور آخر اس ہمدرد بنی نوع انسان نے ان کے لیے

قوانین وضوابط مرتب کئے اور لوگوں کو یہ بتلایا کہ یہ مظلوم ومجبور انسان بھی اسی خدائے وحدہ لاشریک کے بندے ہیں۔جس کے حضور میں ایک دن ہم سب کو اضر ہونا ہے۔

اس رحمۃ للعالمین نے تمام ظالمانہ وجابرانہ قوانین کو توڑ دیا اور ان کے ساتھ ہمدردی ورواداری کا حباب آفریں درس دیا کہ غلاموں کے ساتھ ان کے کاموں میں ہاتھ بٹاؤ،خوراک و پوشاک میں مساوات کا خیال رکھو۔ان کی شادیاں کر دیا کرو۔ انہیں ذلیل اور برے ناموں سے نہ پکارا کرو۔اگر ان کا دل آزادی کا طالب ہو تو اس میں ان کا ہر امکانی تعاون کرو اور بہ خوشی آزاد کر دیا کرو۔

اس قسم کی مشفقانہ اور کریمانہ باتیں صرف اسی دل سے نکل سکتی ہیں، جو دوسروں کے درد سے بے تاب ہو،غیروں کی تکالیف سے اس کا دل بھر آتا ہو،وہ خیر البشر رحمت کا ایک بحر ذخار تھا،جس کی موجیں یار و اغیار، دوست و دشمن،موافق ومخالف، کس وناکس،اپنے اور بیگانے کو بلاتخصیص بلاتفریق یکساں سیراب وفیضیاب کر رہی تھیں۔

ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ اسیران جنگ کو بے دریغ خونی تلواروں کے ذریعہ موت کے گھات اتار دیا جاتا تھا۔ اس تہذیب وتمدن کے زمانہ میں بھی جو برتاؤ جنگی قیدیوں سے کیا جاتا ہے۔وہ پس پردہ نہیں۔ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا،روئے زمین کی تاریخ میں اس کی نظیر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔

جنگ بدر میں ستر یا بہتر آدمی اسیر ہوئے تھے۔ان میں سے صرف دو قتل کئے گئے۔باقی اسیران جنگ دو،دو، چار، چار کی ٹولیوں میں مسلمانوں میں تقسیم ہوئے کہ آخری فیصلہ تک وہ ان کی نگہداشت کریں اور مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ خود کھجور کھا کر شکم بھرتے،لیکن گھر میں جو کچھ پکتا وہ اپنے قیدیوں کو لا کر کھلا دیتے تھے۔آخر یہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ اپنے پر کافر قیدیوں کو کیوں ترجیح دیا کرتے تھے؟

محض اس وجہ سے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا کہ تم قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ان قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے۔رات کے وقت ان کی مشکیں اس زور کی باندھ دی گئیں کہ آپ شدت درد سے بلبلا رہے تھے۔ جب آپ کے کراہنے کی آواز گوش مبارک تک پہنچی،تو اسی وقت وہ گرہیں کھلوا دیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو بہ تاکید اکید یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی مخلوق جو تمہارے قبضے میں آئے اسے ایذا نہ دو۔ان کو تکالیف میں مبتلا نہ کرو۔خدا کو سب سے زیادہ خوش کرنے والی چیز غلام کا آزاد کرنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کیا تھی؟ سراپا حکمت وموعظت،رحمت ورافت اور برکت اور واقعی ایک ایسی برگزیدہ ہستی کی تعلیم جس کے دل میں بنی نوع انسانی کا درد مستور ہو،جس کے پہلو میں ایک حساس دل اور دل میں سچی تڑپ موجود ہو اور ہو ہی کیا سکتا ہے۔

اہل عرب جو جاہلیت کے زمانے میں درندوں سے بھی زیادہ خونخوار اور جنگلیوں اور وحشیوں سے کہیں زیادہ وحشی تھے۔آپ نے اپنی سادہ اور پاکیزہ تعلیم اور اخلاق کریمانہ و روزانہ کے عمل پیہم کے ذریعہ سے ان خونخوار درندوں کے دل میں بھی ہمدردی اور محبت کے جذبات پیدا کردیئے۔

عرب میں عورتوں کی جوگت بنائی جاتی تھی غالباًاس سے برا سلوک حیوانوں سے بھی نہ ہوتا ہوگا،لیکن جناب رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو مذہب لے کر آئے تھے۔اس مذہب نے ان تمام ظالمانہ وجابرانہ حرکتوں کو حرف غلط کی طرح مٹادیا اور جماعت نسواں کو اپنے حقوق کے قابل اختیارات عطاکئے گئے۔اس رحمۃ للعالمین نے طبقۂ نسواں کو قعر مذلت سے نکال کر شرف وعزت کے بلند ترین چوٹی پر نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ چڑھادیا اور بہ حسن وخوبی مردوں کے حقوق کے برابر حقوق عطافرمائے۔

عرب میں مردوعورت کی شادی ہوتی تو گھر کے بزرگ افراد یہ دعا بھی دیتے کہ تمہارے یہاں کبھی لڑکی نہ پیدا ہو۔ اور تب کسی کے گھر بیٹی پیدا ہوتی تو سنگدل اور سفاک والدین ان ننھی معصوم بچیوں کو زندہ درگور کردیا کرتے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کے حضور میں اپنی پانچ سالہ بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کرنے کا واقعہ بیان کیا، اسے سن کر آپ اس قدر روئے کہ چشمان مبارک سرخ ہوگئیں اور دامن اقدس تر ہوگیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بے رحمانہ اور جابرانہ رسم سے نہایت سختی کے ساتھ لوگوں کو منع فرمایا اور اپنے طرز عمل سے لوگوں کو بتلادیا کہ بیٹی، بیٹے سے بھی عزیز تر ہوا کرتی ہے۔

جنگ احد کے موقع پر جب کفار مکہ نرغہ کرکے آپ پر ٹوٹ پڑے اور شمع نبوت کے جاں باز پروانے جھوم جھوم کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہورہے تھے۔ایک بدبخت ازلی ظالم کی تلوار سے پیشانی مبارک زخمی ہوگئی اور خون بہنے لگا،لیکن اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حال تھا کہ اس وقت بھی آپ کی زبان مبارک سے یہ دعا نکل رہی تھی۔

''اے خدا! میری قوم کو بخش دے وہ نہیں جانتے''۔

جب اہالیان مکہ نے کلام الٰہی اور دعوت اسلامی سننے سے پہلوتہی کیا تو آپ طائف میں تشریف لے گئے۔ممکن ہے کہ یہاں کے لوگ آپ کا ساتھ دیں۔آپؐ کی آواز پر لبیک کہیں—لیکن وہاں کے لوگوں نے اور بھی بدبختی اور شقاوت قلبی کا ثبوت دیا۔آپ کے پیچھے لڑکوں کو لگادیا۔وہ لڑکے پاگلوں کی طرح آقائے دوجہاں کو چڑھاتے، پھبھتیاں کستے اور آپ کے جسم اطہر پر پتھر پھینکتے۔جس سے جناب کا برا حال ہوجاتا۔آپ کے جسم مبارک مجروح اور پائے مبارک لہولہان ہوجاتے،ان مصائب و آلام کے وقت بھی اس رحمت مجسم نے بجائے اس قوم کی ہلاکت وتباہی کے دعا کرنے کے نہایت اطمینان،غایت صبر وشکر کے ساتھ ان کی فلاح اور رشد وہدایت کی دعا فرمائی: اے خدا! میری قوم کو سمجھ دے یہ ہم کو پہچانتے نہیں۔

کہتے ہیں محبت وطن ایمان کی نشانی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کون ایسا فرد بشر ہوگا، جسے مادر وطن سے محبت نہ ہو

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار نے جس طرح وطن چھوڑنے پر مجبور کیا اور جس حالت میں آپ نے اسلام اور پیغام ربانی کی خاطر اپنے عزیز وطن کو خیر باد کہا، وہ ایک طویل داستان ہے، جس کو خلاف موضوع ہونے کے باعث نظر انداز کیا جاتا ہے۔

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جب ایک فاتح اعظم کی حالت میں اپنے عزیز وطن مکہ میں داخل ہوئے تو ان لوگوں کے ساتھ جو آپ کے ساتھ برسر پیکار رہا کرتے تھے، جو آپ کے ساتھ مقاتلہ کیا کرتے تھے۔ جو آپ کو ساحر، مجنون، شاعر کہا کرتے تھے، جو آپ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے، جو آپ کے کندھوں پر اُجھڑیاں ڈالا کرتے تھے، جو دوسروں کو آپ کے مقابلہ میں آمادۂ پیکار کیا کرتے تھے، جنہوں نے آپ کو وطن سے بے وطن کیا تھا، جنہوں نے آپ کے اصحاب کو طرح طرح کی ایذائیں دی تھیں، جنہوں نے اپنی پھونک سے شمع الٰہی کو بجھانا چاہا تھا، جو ایمان واسلام کے بدترین دشمن اور مخالف تھے۔ کیا سلوک کیا؟؟؟

ابوسفیان کفار مکہ کا وہ سردار تھا، جس نے متواتر بیس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف طریق سے پریشان کر رکھا تھا۔ کئی بار آپ کے قتل کے لئے لوگوں کو اکسایا اور ہر امکانی کوشش سے اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کی، لیکن جس وقت کہ وہ پابہ جولاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حاضر کیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر عفو فرما دیا اور جب وہ اسلام لے آئے، تو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوا کہ اہل مکہ میں سے جو ابوسفیان کے گھر پناہ لے اسے امن دیا جائے گا۔

اس قسم کی بخشش اور کرم کی توقع صرف اسی ذات گرامی سے ہوسکتی ہے، جسے ناظم عالم نے ایک درد بھرا دل عنایت فرمایا ہو۔ جارج سیل جیسا متعصب وکٹر عیسائی مورخ لکھتا ہے:

”دنیا میں اسلام کو وہ قبولیت حاصل ہوئی جس کی مثال موجود نہیں۔ اسے نہ صرف عربوں نے قبول کیا، بلکہ جہاں کہیں اس کا غلغلہ بلند ہوا وہیں گردنیں جھک گئیں“۔

لیکن کیوں؟ اس لیے کہ اسلام کی تعلیم کے لئے جو شخص مقرر ہوا تھا۔ اس کے پہلو میں ایک ایسا دل تھا، جو اپنے جیسے انسانوں کی مصیبت دیکھ کر تڑپ جاتا تھا۔ یہ تھی اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیم کہ جس کے اثر سے اپنے تو اپنے اغیار تک گرویدہ ہوجاتے اور حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے اور جناب رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح خوانی کرتے۔

رب السموات والارض تمام مسلمانوں کو اتباع اسوۂ حسنہ کی توفیق عطا فرمائے آمین!

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین.

بما کن گوشۂ چشمے کہ در شرق
مسلمانے زما بیچارہ تر نیست

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

میدان جنگ میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● سید محمد نیر رضوی ـــــ سی ۳، رحمان اپارٹمنٹ، نیو پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی (جھارکھنڈ)

جنگ تو اتنی ہی پرانی ہے جتنا خود انسان پرانا ہے۔ جنگ کے بارے میں روز اول سے یہ مقولہ مشہور ہے کہ جنگ بالعموم ہمیشہ زن، زر یا زمین کی خاطر لڑی جاتی رہی ہے اور عالمی سطح پر تاریخ کے نوع بنوع مطالعات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ دنیا میں جس کسی خطہ میں جنگ لڑی گئی یا جس کسی قوم نے جنگ لڑی یا جہاں کہیں دو فوجوں کا باہمی ٹکراؤ ہوا، ان سبھی جنگوں میں یا تو زن، زر، زمین کی حصولیابی مقصد خاص رہا، یا قومیت، وطنیت اور قبائلیت کی عصبیت جیسے عوامل نے دو گروہوں کو میدان جنگ تک پہنچ جانے پر آمادہ کیا۔ مگر اسلام کے سپاہی وہ عظیم المرتبت سپاہی ہیں جنہوں نے نہ کبھی عورت کے لئے لڑائی کی، نہ کبھی زر، زمین اور ملک گیری کے لئے لڑائی کی۔ مجاہدین اسلام نے قومیت، وطنیت اور رنگ و نسل کی عصبیت کے لئے کبھی بھی لڑائی نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جنگ کے قانون کو ''جہاد فی سبیل اللہ'' کہا جاتا ہے۔ قربان جائیے رسول عربی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر! جنہوں نے اسلام کا وہ پاکیزہ اور عادلانہ نظام عطا فرمایا کہ اُن کی قیادت میں جاں نثاران اسلام نے خدا کی زمین پر صرف خدائے وحدہ لاشریک کی حاکمیت کے لئے جنگ کی۔ زمین پر ہو رہے ظلم و بربریت، جارحیت اور انسان پر انسان کی بالادستی کے خاتمہ جیسے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے جنگ کی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں ہر جنگ یا تو اپنے دفاع میں لڑی گئی یا پھر جوابی حملے کئے گئے۔ تاریخ اسلام میں ایک بھی جنگ ایسی نہیں ملتی کہ اسلام کے سپاہیوں نے کبھی بھی حملہ کیا ہو۔ درود و سلام ہو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر!

آج اعلیٰ ٹکنالاجی سے مزین ذرائع ابلاغ اور پروپگنڈے کے نوع بنوع ذرائع تشہیر کے اس دور میں ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات کے تمام درخشاں پہلوؤں کا زیادہ سے زیادہ اظہار کریں تاکہ ہماری ہی جہالت، لاعلمی اور غفلت کی وجہ سے پیغام رسالتؐ کی خوبیوں پر گرد و غبار کی جو دبیز تہیں جم چکی ہیں وہ صاف ہو سکے اور اسلامی تعلیمات کا حقیقی اور تابناک چہرہ منظر عام پر نمایاں ہو سکے۔ آج اسلام پر اور ہم سبھوں پر اغیار و اجانب کی جانب سے محض غلط فہمیوں اور بدگمانیوں

کی بنا پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں اور ہم اس غلط اور باطل نظریات ومفروضات کا ازالہ کرنے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں جبکہ ہمارا دین، دین اسلام سراپا خیر ورحمت ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ اللہ رب العالمین ہے اور اُس کے رسول، رسول عربی ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ یہ دین، عدل وانصاف اور امن وامان کا ضامن ہے، اس دین کو ہمارے رسول، رسول عربی ﷺ نے ایسا عملی طور پر قائم کر کے زمانہ کو دکھا دیا ہے۔ ہمیں اپنے رسول کے ''اُسوۂ حسنہ'' اور آپ کی ''سیرت طیبہ'' کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ دورِ حاضر میں دار الفنا سے لے کر دار البقا تک آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہر مومن کو اپنے لئے لازم کر لینا چاہیے۔ درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

ہم جانتے ہیں کہ بعثت نبویؐ کے بعد رسول عربی ﷺ اور اُن کے اصحاب کرامؓ پر دشمنانِ اسلام کا جور وستم بہت بڑھ گیا تھا۔ تاریخ اسلام میں رحمت عالم ﷺ اور اُن کے جاں نثاروں پر ہو رہے ظلم وستم کی ایک طویل داستان موجود ہے۔ کفارِ مکہ دشمنی اور ایذا رسانی میں بہت زیادہ سرگرم ہو گئے۔ رسول عربی ﷺ پر کبھی اونٹ کی اوجھڑی پھینکی جاتی، کبھی گردن میں رسّی ڈال دی جاتی، کبھی اوباشوں کو پیچھے لگا دیا جاتا۔ آپ ﷺ کو طائف میں لہولہان کر دیا گیا، شعب ابی طالب میں مکمل سماجی بائیکاٹ کیا گیا جہاں مدتوں آپ ﷺ کو مع اہل وعیال بھوکے پیاسے زندگی گذارنی پڑی۔

آپ ﷺ کو قتل کر دینے کے ارادہ سے کاشانۂ نبوت کا محاصرہ کیا گیا اور آپ ﷺ کے اصحاب کرامؓ پر بھی اسی نوعیت کے ظلم وستم ڈھائے گئے۔ مگر آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرامؓ کفار ومشرکین کی تمام تر ایذا رسانیوں پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے وطن عزیز مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اقامت دین کی خاطر اللہ کی جانب سے عطا کردہ اس عظیم الشان منصب پر فائز رسول عربی ﷺ نے اپنے رب کا حکم ملتے ہی تبلیغ اسلام کا کام شروع کر دیا تھا مگر حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دعوت حق کا یہ کام تین سال تک خفیہ طور پر انجام دیا جائے تاکہ اہل مکہ کے سامنے اچانک کوئی ہیجان خیز صورت حال نہ پیدا ہو جائے۔ دعوت کا اثر شروع ہوا۔ چنانچہ مختصر سی مدت میں سابقین اولین کے طور پر حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت بلال حبشیؓ ایمان لے آئے۔ اور پھر یہ پاکیزہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ ابن ہشام کے مطابق سابقین اولین کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی گئی ہے جو مجموعی طور پر خاندان قریش کی تمام شاخوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ادھر سورۂ مدثر کی آیات کے بعد اس دور میں چھوٹی چھوٹی آیتیں بھی نازل ہوتی رہیں جو نہایت سکون بخش ہوتی تھیں۔ یہ آیتیں لوگوں کو تزکیۂ نفس، جنت اور جہنم کے بیانات کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کو موجودہ تباہ کن انسانی معاشرہ کے مقابلہ ایک بہتر خوشگوار فضا کا احساس دلا رہی تھیں اور بہتر متبادل کی جانب اشارہ بھی کر رہی تھیں۔ کارواں بڑھتا رہا۔ اب نماز شروع ہو چکی تھی اہل ایمان نے چھپ چھپ کر نماز پڑھنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ سورہ ''شعراء'' کی یہ آیت نازل ہوئی:

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

ترجمہ : اپنے قریبی رشتہ داروں کو دعوت اسلام دیجئے۔

گویا اللہ کی جانب سے اب اظہار دعوت کا پہلا حکم نازل ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنے قریبی رشتہ داروں جیسے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کی ضیافت کی۔ جب سب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دعوت اسلام پیش کی۔ ابولہب جو آپؐ کا چچا تھا، اس نے بہت بدتمیزی کی۔ اس قدر بکواس کی کہ مصطفیٰ جان رحمتؐ اپنی بات ٹھیک طریقہ سے نہیں رکھ سکے۔ چنانچہ آپؐ نے دوسرے دن پھر ضیافت کی۔ جب لوگ خورد و نوش سے فارغ ہو چکے تب آپؐ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ دعوت اسلام کی پیشکش کی۔ پھر فرمایا بتائیے: آپ میں سے کون میرا ساتھ دے گا۔ سب خموش ہو گئے۔ حضرت علیؓ جو ابھی صرف آٹھ سال کے تھے، کھڑے ہوئے اور آپؐ کا ساتھ دینے کا وعدہ فرمایا۔ بقیہ تمام نے صرف مذاق اُڑایا۔ اب اللہ نے آپ کو اعلانیہ تبلیغ کا حکم دے دیا اور سورہ حجر کی یہ آیت نازل ہوئی:

فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ

ترجمہ : آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو اعلانیہ بیان فرمائیے۔

رسول عربی ﷺ نے جیسے ہی علی الاعلان دین اسلام کی تبلیغ شروع کی اور شرک و بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی، تمام اہل قریش، اہل مکہ اور پورا عرب آپ ﷺ کی مخالفت پر پوری شدت کے ساتھ کمر بستہ ہو گیا، پھر تو آپ ﷺ پر اور دیگر اہل ایمان پر ظلم و ستم، ایذا رسانیوں اور خونریز معرکوں کا ایک ایسا طولانی سلسلہ شروع ہو گیا جو تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ مگر اللہ کے رسول کو اپنے اللہ پر مکمل بھروسہ تھا۔ سرداران قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور روا رنگ دی پھر جاہ و حشم اور عیش و عشرت کی لالچ بھی دی کہ بھتیجے کو نئے دین کی تبلیغ سے منع کر دیا جائے۔ اللہ کے رسولؐ نے جو جواب دیا اُسے مورخین اور سیرت نگاروں نے سنہرے حروف سے تاریخ کے اوراق میں رقم کر دیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''چچا جان! اگر وہ تبلیغ سے روکنے کے لئے میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو خدا کی قسم میں یہ کام نہیں چھوڑ سکتا۔''

حضرت ابوطالب نے جب آپؐ کا یہ تیور دیکھا تو کہہ اُٹھے: آپ اپنا کام جاری رکھیں، میں کسی حال میں بھی آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اب حضرت ابوطالب کی محبت و شفقت کے ساتھ ساتھ زبردست حمایت بھی آپؐ کو حاصل تھی۔ چنانچہ ایک دن آپؐ کوہ صفا پر چڑھ گئے اور آواز لگائی ''یا صباحاہ'' اور سرداران قریش کا نام لے لے کر اُن کو اسی طرح جمع کیا جس طرح کہ اُن دنوں عرب کے معاشرہ میں دشمنوں کے حملہ سے آگاہ کرتے وقت لوگوں کو جمع کیے جانے کا رواج تھا۔ غرض سبھی آ گئے اور ساتھ میں ابولہب بھی آ گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ سب نے کہا آپ صادق ہیں، امین ہیں اور راست گو ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا! اچھا تو جان لو کہ میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ بس اتنا سننا تھا کہ سب یہ کہتے

ہوئے چلے گئے کہ کیا اسی کے لئے جمع کیا تھا! ۔ابولہب نے کہا کہ سارے دن غارت رہو! تو نے کیا اسی لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔اسی موقع پر ابولہب کی مذمت کرتے ہوئے سورہ ”تبت یدا ابی لھب“ نازل ہوئی۔مگر آپ ﷺ اس معاشرہ میں توحید خالص، آخرت پر ایمان، تزکیہ نفس اور اللہ کو سارے معاملات کی سپردگی کی بات کرتے ہی رہے۔اب دشمنوں کا ظلم مزید بڑھنے لگا مگر آپؐ کے پائے استقلال میں کبھی لغزش لاحق نہیں ہوئی اور اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا ہی چلا گیا۔ لاکھ مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اپنی دفاع میں جنگیں بھی لڑنی پڑیں۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔اللہ کا دین قائم ہوا یعنی اللہ کی حاکمیت قائم ہوئی۔اور وہ وقت بھی آیا جب آپؐ مکہ معظمہ میں موجود بتوں کو گراتے جاتے اور کہتے جاتے ” جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا“ دنیا میں حق قایم ہوا اور باطل ختم ہوا۔فتح مکہ کے بعد آپؐ اُسی کوہ صفا پر بیٹھ گئے۔ پیغمبر اسلام رسول عربی ﷺ کا انقلاب دیکھئے! جس کوہ صفا پر چڑھ کر آپ ﷺ نے کبھی اسلام کی دعوت دی تھی اور لوگوں نے آپؐ کی اس دعوت کو ٹھکرا دیا تھا۔آج اُسی کوہ صفا پر لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے ہیں۔اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ . درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

کوہ صفا سے کوہ صفا تک کے اس سفر پر غور فرمائیے کہ کس طرح کفار مکہ نے آپؐ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی آپ پر ظلم و ستم کا پہاڑ ٹوٹا۔قربان جائیے مصطفیٰ جان رحمتؐ پر کہ تمام ظلم وستم برداشت کیا مگر کبھی بھی اپنی اُمت کے حق میں بددعا نہیں کی۔ جب کہ آپؐ سے قبل تقریباً ہر نبی نے اپنی اُمت کے ظلم وستم سے تنگ آ کر بددعا کی اور اُن کی بددعاؤں کے نتیجہ میں سابقہ اُمتیں عذاب کا شکار ہوئیں۔قوم نوح طوفان میں غرق کر دی گئی۔قوم لوط کی بستیاں اُلٹ دی گئیں۔قوم ثمود زلزلہ سے تباہ کر دی گئی۔قوم عاد کو ہوا اڑا لے گئی۔مگر آپؐ کے ساتھ صورت حال بالکل جدا تھی۔نہایت پر تشدد صورت حال تھی۔کفار ومشرکین نے آپ ﷺ کے لئے سب سے پہلے ساحر، مجنوں اور شاعر ہونے کا پروپگنڈہ کوچہ و بازار میں کیا۔شریر اور اوباش لڑکوں کا غول بنا کر آپؐ کے پیچھے لگا دیا جو پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور پاگل دیوانہ کہہ کر شور مچاتے اور پتھر پھینکتے۔کفار مکہ راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ آپؐ کے جسم اطہر پر نجاست ڈال دیتے۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عقبہ کو دھکا دے کر چھڑایا اسے مارا بھی اور اس کی مار بھی کھائی۔مگر اُمت پر جاری ان کے احسانات کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں ہوا۔اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ کی نازک اور مقدس گردن میں چادر کا پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچا گیا کی آپ ﷺ کا دم گھٹنے لگا۔ایک مرتبہ ایک سنگدل کافر عقبہ بن معیط نے آپؐ کے دوش مبارک پر سجدہ کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی۔کفار مکہ یہ منظر دیکھ کر قہقہ لگانے لگے۔بی بی فاطمہؓ جو ابھی بہت کمسن تھیں، دوڑی دوڑی آئیں اور اپنے باباؐ کے دوش مبارک سے اوجھڑی کو ہٹایا۔جب آپؐ قرآن کی تلاوت فرماتے تو گلی کوچوں میں پہرہ بٹھا دیا جاتا اور اس قدر تالیاں پیٹ پیٹ کر اور سیٹیاں بجا بجا کر شور وغل مچایا جاتا کہ قرآن کی آواز سنائی نہیں پڑتی۔آپؐ جب میلوں اور بازاروں میں قرآن پڑھ کر سناتے اور تبلیغ اسلام کرتے تو یہی ابولہب تکذیب کی خاطر پیچھے پیچھے

چلتا اور کہتا جاتا کہ یہ میرا بھتیجا ہے، دیوانہ ہوگیا ہے۔ (معاذ اللہ) تم لوگ اس کی بات نہ سنو۔ اس تحقیر، استہزا اور تکذیب کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

بعثت نبوی سے قبل اسی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے نکاح میں آپؐ کی دو صاجزادیاں سیدہ رقیہ اور سیدہ اُم کلثوم تھیں جن کی رخصتی ابھی نہیں ہوئی تھی۔ مگر ابولہب نے اپنی بیوی کے کہنے پر ان دونوں کو نہایت سختی اور درشتی سے طلاق دلوائی۔ آپؐ کی دونوں صاجزادیاں مشرف بہ ایمان ہوئیں اور یکے بعد دیگرے ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ کی زوجیت میں آئیں۔ جب آپ ﷺ کی صاجزادی سیدہ زینب جو حمل سے تھیں اور اپنی ہجرت کے وقت اونٹ پر سوار تھیں تو ھبار ابن اسود نے اُن کے ھودج کو ایسا دھکا دیا کہ وہ چٹان پر گر گئیں اور ان کا حمل ساقط ہوگیا۔

کفار مکہ نے جب یہ مشورہ کیا کہ حضورؐ کی زندگی کا چراغ گل کر دیا جائے (معاذ اللہ) تو اب حضرت ابوطالب اپنے چہیتے بھتیجے یعنی حضورؐ اور دیگر اہل خانہ کو لے کر شعب ابی طالب میں سکونت اختیار کر لی۔ شعب ابی طالب عرب میں دو پہاڑوں کے مابین واقع ایک گھاٹی کا نام ہے۔ کفار مکہ کو جب یہ خبر ملی تو انہوں نے آپسی مشورہ سے ان سبھوں کا سوشل بائیکاٹ کرنے کا سفاکانہ فیصلہ کرلیا۔ یہ پابندیاں اور محاصرہ پورے تین سال تک جاری رہا۔ اس طویل محاصرہ کے دوران آپؐ اور آپؐ کا خاندان نہایت تکلیف دہ صورتحال سے گذرا۔ بچے بھوک سے بلکنے لگے۔ پیڑ کے پتوں اور گھاس کھا کھا کر پیٹ بھرا جاتا۔ یہاں مسلسل قید وبند کی وجہ سے صحت اس قدر خراب ہوگئی کہ اس سہ سالہ محاصرہ کے خاتمہ کے فوراً بعد سن رسیدہ حضرت ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور حضرت ابوطالب کے انتقال کے فوراً بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ کا بھی وصال ہوگیا۔ آپؐ کے قلب پر اس قدر صدمہ پہنچا کہ آپؐ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھا۔ حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد ابولہب کو سردار بنایا گیا جو کہ پہلے سے ہی دشمن جاں تھا اور دشمن اسلام بھی تھا۔ حضورؐ کی دشمنی اور ایذا رسانی میں ابولہب، ابوجہل، ابوسفیان، حارث بن قیس، ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ، عاص بن سعید، عقبہ بن معیط اور سائب بن سیفی جیسے نہایت شریر کفار شامل تھے۔

آپؐ کے چچاؤں میں حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کو چھوڑ کر بقیہ چچاؤں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اسی طرح آپؐ کی پھوپھیوں میں سے صرف حضرت صفیہؓ نے اسلام قبول کیا۔ حضرت صفیہؓ بہت بہادر تھیں۔ تمام دشمنان اسلام ہمہ وقت ایذا رسانی میں مصروف کار رہتے۔ یہ سبھی کفار مکہ مالدار تھے، صاحب اقتدار تھے اور حضورؐ کے قریبی رشتہ دار یا پڑوسی بھی تھے۔ درحقیقت ابولہب ہی کی سربراہی میں جفا کاری کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ جب آپؐ کے صاجزادہ سیدنا عبداللہ کا انتقال ہوا تو ابولہب نے خوب خوشیاں منائی کہ محمدؐ اب نسل بریدہ ہوگئے۔

جب آپؐ طائف پہنچے اور اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے نہ صرف ان کی بات ماننے سے انکار کیا بلکہ گالیاں دیں اور بدزبانیاں بھی کیں۔ اتنا ہی نہیں اوباشوں نے اس قدر پتھر برسائے کہ آپؐ کے پیر بری طرح زخمی ہوگئے اور دونوں جوتے

خون سے تربتر ہو گئے۔ آپؐ کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہؓ تھے جو رسول عربی ﷺ کا بچاؤ کرنے میں پوری طرح زخمی ہو گئے۔

یہ کفار مکہ اور مشرکین ان لوگوں کو بھی ظلم وستم کا نشانہ بنا رہے تھے جو مسلمان ہو رہے تھے۔ ایک بار حضورؐ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جا رہے تھے کہ انہوں نے نعرہ توحید بلند کر دیا۔ کفار مکہ نے ہنگامہ مچا دیا۔ فساد برپا ہو گیا۔ حضورؐ کے دفاع میں حضرت حارثؓ آگے آئے اور حضورؐ کو بچاتے بچاتے شہید ہو گئے۔ یہ مذہب اسلام میں پہلے شہید تسلیم کئے جاتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ بن عفان کا چچا انہیں کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے سے دھواں دیتا۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں کو جب ان کے اسلام لانے کی واقفیت ہوئی تو ان کا کھانا پینا بند کر دیا اور گھر سے نکال دیا حالانکہ ان کی ماں نے انہیں بڑی ناز ونعمت سے پالا تھا۔ حضرت بلالؓ، اُمیہ بن خلف جمحی کے غلام تھے۔ وہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر اوباش لڑکوں کو تھما دیتا جو انہیں مکہ کے پہاڑوں میں گھماتے پھرتے۔ اُمیہ خود انہیں باندھ کر ڈنڈے سے مارتا۔ چلچلاتی دھوپ میں بٹھائے رکھتا اور پتھریلے کنکروں پر لٹا کر سینہ پر بھاری پتھر رکھوا دیتا۔ حضرت عمارؓ بن یاسر، بنو مخزوم کے غلام تھے۔ جب وہ اور اُن کے والدین ایمان لے آئے تو مشرکین بالخصوص ابو جہل انہیں سخت سے سخت سزا دیتا۔ آخر کار سزا کی تاب نہ لا سکے اور حضرت عمار کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اُن کی والدہ بی بی سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابو جہل نے ایسا نیزہ مارا کہ انہوں نے دم توڑ دیا۔ مذہب اسلام میں حضرت بی بی سمیہؓ پہلی شہیدہ تسلیم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح کچھ باندیاں جیسے زنیرہ، نہدیہ، اُم عبیس اور بنی موئل وغیرہ جب مشرف بہ اسلام ہوئیں تو ان کے مالک انہیں بہت پیٹا کرتے تھے یہاں تک کہ پیٹتے پیٹتے تھک جاتے۔ آپ ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ پر ایسا ظلم وستم اور ایسی بداعمالیاں! کہ زمین لرزہ براندام ہو گئی۔ دیگر اصحاب کرامؓ پر بھی اسی طرح کے ظلم وستم ڈھائے جاتے رہے مگر ایمان میں کبھی لرزش نہیں آئی۔ جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آپؐ نے تمام ظلم وستم برداشت کیا مگر کبھی بھی اپنی اُمت کے لئے بددعا نہیں کی بلکہ ہمیشہ اپنی اُمت کو ہر حال میں راہ ہدایت پر دیکھنا چاہا کیونکہ آپؐ کے سامنے حیات طیبہ کا مشن بالکل واضح تھا۔ مشن ہے: پوری دنیا میں نعرۂ توحید کا بلند کرنا، پیغام رسالت عام کرنا اور شریعت اسلامی کا قائم کر دینا۔ درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

دشمنان اسلام نے جب روز بروز بڑھتے ہوئے اپنے ظلم وستم سے مسلمانوں کے لئے مکہ میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو رسول عربی ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ جا کر پناہ لینے کا حکم دیا۔ پھر بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد جب مسلمانوں کو مدینہ منورہ ایک پناہ گاہ مل گئی پھر رسول عربی ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کی عام اجازت دے دی۔ اب وہ وقت بھی آ گیا جب اللہ کے حکم سے رسول عربی ﷺ بھی مدینہ ہجرت کر گئے۔ یہاں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لئے راہیں ہموار ہونے لگیں۔ آپ ﷺ اور اصحاب کرامؓ ہجرت سے قبل کفار ومشرکین کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ مگر اب اللہ کا واضح حکم آ گیا اور مسلمانوں کو ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے پاکیزہ مقصد کی خاطر دشمنان اسلام سے جنگ کرنے کی اجازت مل گئی۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ ۔(البقرۃ:۱۹۰)

ترجمہ : اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔

چنانچہ رسول عربی ﷺ نے انصار و مہاجرین کی مدد سے مسلمانوں کی ایسی ذہن سازی کی کہ اگر اب مزاحمت ہوتی ہے یا حملہ ہوتا ہے تو مسلمان بھی اپنے دفاع میں جنگ کرنے کے لئے تیار رہیں۔انسانی حقوق اور ضابطۂ اخلاق کے پیش نظر موقع کی مناسبت سے حکمت عملی تیار کی جاتی رہی اور موقع بموقع اللہ کی ہدایت بھی بذریعہ وحی جاری رہی۔چنانچہ رسول عربی ﷺ کی حیات طیبہ میں ستائیس غزوات پیش آئے اور سینتالیس سرایا۔

محدثین و اہل سیر کی اصطلاح میں غزوہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں رسول عربی ﷺ بہ نفس نفیس شامل ہوئے اور سریہ اس لشکر کو کہتے ہیں جس میں آپ ﷺ بذات خود شامل نہ ہوسکے مگر اپنے منتخب اصحاب کو دشمن کے مقابلہ میں روانہ کیا۔ تاریخ اسلام میں اہم اور مشہور غزوات یہ ہیں: ابواء، بواط، بدر، قرقرۃ الکدر، قینقاع، سویق، بحران، ذوالعشیرہ، اُحد، مریسیع، خندق، قریظہ، دومۃ الجندل، ذات الرقاع، بنولحیان ذی قرد، خیبر، وادی القریٰ، فتح مکہ، حنین اور تبوک وغیرہ۔تمام غزوات و سرایا شاہد ہیں کہ مسلمانوں نے یہ تمام جہاد رسول عربی ﷺ کی مقدس رہنمائی میں انسانی حقوق اور ضابطۂ اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے صرف اپنے دفاع میں کیا۔درود و سلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

اسلحہ و آلات حرب :

اصحاب سیر کے مطابق رسول عربی ﷺ کے پاس دس شمشیریں تھیں جن میں ذوالفقار، ماثور، عضب، مخذم، رسوب اور قضیب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔دو زرہیں تھیں: سعدیہ اور فضہ۔سعدیہ زرہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زرہ تھی جسے انہوں نے پہن کر جالوت کا قتل کیا تھا۔تین مغفر تھیں: بیضہ، موشح اور ذوالبوع۔آپ ﷺ نے غزوۂ اُحد میں بیضہ کا استعمال کیا تھا۔ رسول عربی ﷺ کے پاس تین سپر تھیں: ازلق، فتق اور دوفر۔آپ ﷺ کے پاس چار نیزے تھے۔آپ ﷺ کے پاس تین حربہ تھے: نبعہ، بیضہ اور عنزۃ القر۔آپ ﷺ کے پاس چھ کمانیں تھیں۔آپ ﷺ کے پاس ''کن'' نامی ایک خیمہ تھا اور اس کے علاوہ چمڑے کے بھی خیمے تھے۔آپ کے پاس کئی جھنڈے بھی تھے۔ایک سیاہ علم تھا جسے عقاب کہتے ہیں۔ایک سفید بھی تھا اور کبھی کبھی اپنی ازواج مطہرات یعنی امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی چادروں کا بھی علم مرتب فرمالیتے تھے۔آپ ﷺ کے پاس پانچ گھوڑے تھے: کمیت، اغر محجل، طلق الیمنی، مرتجز، لزاز، لحیف، ورد، ضریس، ظرب، مُلاوِح، سبحہ اور بحر ہے۔اہل سیر نے کتب سیر میں کچھ اور گھوڑوں کا بھی تذکرہ کیا ہے جو اس طرح ہے: ابلق، ذوالعقال، ذواللمہ، مرتجل، ترادح، سرحان، یعسوب، نحیب، ادہم، سجاء، سجل، طرف اور مندوب اور اشقر وغیرہ۔آپ ﷺ کو گھوڑے بہت محبوب تھے۔آپ ﷺ کے پاس ''دلدل''، ''ایلیہ''، ''فضہ'' اور ''شہباء'' نامی خچر بھی تھے۔آپ ﷺ کے پاس پندرہ سے زیادہ اونٹ بھی تھے۔

اسلام محض چند خود ساختہ رسومات وعقائد کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے جس میں ہر شعبۂ زندگی کے متعلق انسانیت کے لئے رہنمایانہ اصول بتلائے گئے ہیں۔ چنانچہ اسلامی نظام جنگ میں بھی ہمیں کہیں بھی انسانی حقوق یا انسانیت پامال ہوتی نظر نہیں آتی اور نہ ہی کہیں جارحانہ اقدامات دکھائی دیتے ہیں۔اس لئے کہ ارشاد خداوندی سامنے ہے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں کسی طرح کی کوئی زور زبردستی نہیں ہے: سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۲۵۶) لہٰذا رسول عربی ﷺ نے دوران جنگ بے قصور، نہتے، اور کمزور لوگوں کے قتل کی سخت ممانعت فرمائی۔ بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور خلوت نشیں عابدوں اور زاہدوں سے کوئی تعرض نہیں ہے۔ سرسبز وشاداب کھیتوں، پھل دار درختوں اور باغات کو بھی نقصان پہنچانے کا حکم نہیں ہے۔ عہد و پیمان کے پاس ولحاظ کی تاکید ہے کیونکہ ایفائے عہد مسلمان کے ایمان کا لازمہ ہے۔ یہ اس کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ وعدہ خلافی کرے یا عہد شکنی کرے۔ چنانچہ اسلامی جنگ میں مسلمانوں کے حسن سلوک سے بھی اسلام اور مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا مقصد حکم الٰہی کے مطابق عدل وانصاف پر مبنی ایک امن پسند معاشرہ کی تشکیل ہے۔ چنانچہ قدم قدم پر قرآن مجید بھی مسلسل ہدایت کرتا رہا۔

''صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں''۔۔۔(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۰)

''جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو''۔۔۔(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۰)

''جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ''۔۔۔(سورۃ الانفال، آیت نمبر ۱۵)

''نیکی پہلے خود کرو پھر دوسروں کو تلقین کرو''۔۔۔(سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۴۴)

''زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو''۔۔۔(سورہ العنکبوت: آیت نمبر ۳۶)

''نیکی میں ایک دوسرے کی مدد کرو''۔۔۔(سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۲)

''گناہ اور زیادتی میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو''۔۔۔(سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۲)

''جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو''۔۔۔(سورۃ المائدہ، آیت نمبر ۳۸)

''گناہ اور ناانصافی کے خلاف جدوجہد کرتے رہو''۔۔۔(سورۃ الانفال، آیت نمبر ۳۹)

''اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو''۔۔۔(سورۃ زمر آیت نمبر ۵۳)

''برائی کو اچھائی سے ختم کرو''۔۔۔(سورۃ حم، آیت نمبر ۱۳)

''ایک دوسرے کو قتل نہ کرو''۔۔۔(سورہ النساء، آیت نمبر ۲۹)

''تم سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں ان کی مدد کرو اور ان کی حفاظت کرو''۔۔۔(سورۃ التوبہ آیت نمبر ۶)

''فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو''۔۔۔(سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر ۳۸)

”غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ“۔۔۔(سورۃ الممتحنۃ، آیت نمبر ۸)
”جو دست سوال دراز کرے اسے نہ جھڑکو بلکہ حسب توفیق کچھ دے دیا کرو“۔۔۔(سورۃ الضحیٰ، آیت نمبر ۱۰)
”اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے“۔۔۔(سورۃ الحدید، آیت نمبر ۲۷)
”غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو“۔۔۔(سورۃ النحل، آیت نمبر ۳۱)
”لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ“۔۔۔(سورۃ النحل، آیت نمبر ۱۲۵)

چنانچہ ان جنگوں میں کفار مکہ جب اسیران جنگ بن کر آتے تو رسول عربی ﷺ اپنے صحابہ کے درمیان دو دو چار چار قیدی ان کے گھروں میں دے دیتے۔ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا۔ جو قیدی فدیہ دے سکتے تھے وہ فدیہ دے کر آزاد ہو جاتے اور جو مفلسی کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے وہ فدیہ دئے بغیر ہی آزاد کر دئے جاتے۔ جو قیدی پڑھنا لکھنا جانتے وہ پڑھنا لکھنا سکھانے کے بعد آزاد کر دئے جاتے۔ اسی طرح اسلامی سلطنت کے ماتحت رہنے والے غیر مسلموں سے ان کی جان و مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے نہایت معمولی رقم لی جاتی جسے ”جزیہ“ کہا جاتا ہے۔ اسلام جزیہ دینے والوں کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتا۔ اُن کے بچے، بوڑھے، عورتیں اور معذورین سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ ان کے مکاتب پر بھی جزیہ نہیں ہوتا اور گوشہ نشیں مذہبی پیشوا سے بھی جزیہ نہیں لیا جاتا۔ جنگ کے دوران جو عورتیں بیوہ اور بے سہارا ہو جاتیں ان سے صحابہ کرام کو نکاح کرنے کا حکم دیا جاتا۔ آپ ﷺ نے بھی ایسی بیوہ اور بے سہارا عورتوں سے نکاح کیا اور اُن کے اور اُن کے بچوں کی کفالت کا سبب بنے۔ درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

بعثت نبویؐ کے بعد پہلی بڑی جنگ ”جنگ بدر“ تھی جس میں صرف تین سو تیرہ اصحاب شامل ہوئے جو ”اصحاب بدر“ کے نام سے مشہور ہیں۔ ہر جنگ میں مجلس شوریٰ بہت اہم کردار ادا کرتی تھی۔ اب جنگ کا نظام رفتہ رفتہ مستحکم ہونے لگا، حکمت عملی کارگر ہونے لگی اور لشکر میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ بالآخر جب وہ وقت آگیا کہ رسول عربی ﷺ نے اپنے دس ہزار جانثاروں کے لشکر کے ساتھ ۱۰ رمضان ۸ھ کو مکہ معظمہ کے لئے فتح مکہ کی غرض سے روانہ ہوئے۔ جب یہ لشکر قدید کے مقام پر پہنچ کر شرکت کرنے والے قبائل بنی سلیم، بنی غفار، اسلم بنی کعب مزینہ، جہینہ اور بنو بکر وغیرہ کو پرچم اور جھنڈا تقسیم فرمایا۔ رسول عربی ﷺ نے لشکر کی ترتیب اس طرح کی کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو مقدمۃ الجیش کا سردار مقرر کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو میمنہ پر اور حضرت زبیر بن عوامؓ کو میسرہ پر متعین فرمایا اور قلب لشکر میں آپؐ خود تشریف فرما ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ جنوب کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں اور حضرت زبیر بن عوام کو حکم دیا گیا کہ وہ شمال کی جانب سے مکہ میں داخل ہوں۔ قبائل انصار کی قیادت حضرت سعد بن ابی عبادہؓ کو تفویض کی گئی اور حکم ملا کہ وہ مغربی جہت سے مکہ میں داخل ہوں اور مہاجرین کے لشکر کے سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو حکم تھا کہ وہ شمال مغرب کی جانب سے جبل ہند سے گزرتے ہوئے مکہ میں

داخل ہوں۔اس موقع پر بھی جبکہ مسلمان بہت مضبوط تھے،رسول عربی ﷺ نے واضح تاکید فرمادی تھی کہ تلواروں کو بے نیام نہ کریں۔جب تک کفاران پر حملہ نہ کریں کسی پر بھی حملہ نہ کریں۔جب مکہ فتح ہوگیا تو رسول عربی ﷺ نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا اور عفو عام کا اعلان کردیا۔تمام دشمنان اسلام کو عام معافی دے دی یہاں تک کہ ابوسفیان کو بھی معافی دے دی جو ہر جنگ میں آپ ﷺ کے خلاف مورچہ کی قیادت کرتا رہا تھا۔جنگ کے موقعوں پر آپؐ کی یہ ہدایت اس حقیقت کا اعلان کررہی ہے کہ آپؐ ہی ہیں مصطفیٰ جان رحمت ﷺ اور جن کے لئے رب العالمین خود فرما رہا ہے:''وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ!'' درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

فتح مکہ کے بعد بھی دو جنگیں ہوئیں: غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک۔آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ''غزوہ تبوک'' آخری جنگ تھی جس میں آپ ﷺ شامل ہوئے۔یہ غزوہ ماہ رجب ۹ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔غزوۂ تبوک کے بعد مختلف خطوں سے وفود کی آمد ورفت کا سلسلہ نہایت موثر طور پر شروع ہوا۔معاہدات کا بھی آغاز ہوا جس سے اسلام کی اشاعت میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔رسول عربی ﷺ نے ریاست مدینہ میں مالک حقیقی کی حاکمیت قائم کرکے دکھادی اور قرآن مجید کی آیت کریمہ: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً کی صحیح ترجمانی ثابت کردی۔اسلام اپنے حقیقی معنوں میں مکمل ہوا اور آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے مشن خداوندی کو مکمل فرمایا۔مشن مکمل ہوا اور پھر آپ ﷺ اس دار الفنا سے دار البقا کی جانب روانہ ہوگئے۔ایک روایت کے مطابق کاشانۂ نبوتؐ میں رسول عربی ﷺ کے وصال کے وقت آپ ﷺ کے گھر چراغوں میں تیل نہ تھا مگر دیواروں پر تلواریں لٹک رہی تھیں۔درود وسلام ہو رسول عربی ﷺ پر!

حواشی:

(۱) الرحیق المختوم: مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری

(۲) سیرت النبیؐ مع سیرت نگار: عین الحق

(۳) سیرت مصطفیٰ ﷺ: علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی

(۴) محمد عربی: میدان جنگ میں: مولانا نور بخش

(۵) مدارج النبوۃ: شیخ عبدالحق محدث دہلوی

(۶) سیرۃ النبی: ابن ہشام

(۷) الخصائص الکبریٰ: عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

حالات حاضرہ میں

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام

● مولوی محمد شہزاد علی مجیبی ــــ استاذ دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف

آج کا یہ پرفتن دَورترقی کے جس عروج وارتقاع پر گامزن ہے اس کا نہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور نہ موازنہ کیا جاسکتا ہے، کرۂ ارضی کے تمام اطراف وجوانب میں نئی نئی چیزوں کی ایجادات ہورہی ہیں، سائنس دانوں کے اس ٹیکنالوجی اور جدید تحقیقات کے سامنے عقل انسانی محوِ حیرت ہے، آج کائنات ارضی کے کسی بھی خطے کی رسائی غیر ممکن نہیں، آمد و رفت کے وسائل اور ذرائع ابلاغ نے ترقی کر کے لاکھوں، کروڑوں میل کی مسافت اور سالوں مہینوں کے کام کو منٹوں، گھنٹوں اور دنوں میں ممکن بنا کر رکھ دیے ہیں، دورِ قدیم کے مقابلے میں آج مال و دولت کی کوئی کمی بھی نہیں، معیشت زندگی کے سارے اسباب وذرائع موجود ہیں، اس کے باوجود لوگوں کو سکون قلب حاصل نہیں، ہر طرف ظلم وستم اور جور و جفا کی گرم بازاری ہے، آئے دن قتل وغارت گری کی خبریں اخبارات ورسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

ابھی حالیہ واقعہ سامنے آیا ہے کہ شہر ہریانہ کے گروگرام کی ایک مسجد میں کچھ تعصب پسند ہندوؤں اور بی جے پی کے ایجنٹوں نے مسجد کے ایک امام مولانا سعد صاحب کو جاں بحق کر دیا اور مسجد میں بھی آگ لگادی گئی، یہ ظالم حکمراں آج ہم پر پوری طرح قابض ہوچکے ہیں اور ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے، کہیں ''وندے ماترم'' جیسے کفریہ کلمات کہلوائے جارہے ہیں تو کہیں ''جئے شری رام'' کے نعرے لگوائے جارہے ہیں، کہیں فرقہ وارانہ اختلاف ہے تو کہیں مذہب وملت کا انتشار، کہیں خاندان کا تنازع ہے تو کہیں ہمسایوں کا تحاسد، ہر سو نئے فتنے اور اختلافات رونما ہورہے ہیں، کون سی ایسی برائی ہے جس کا تصور کیا جائے اور وہ معاشرہ میں موجود نہ ہو، زنا، شراب نوشی، قمار بازی، چغل خوری، سودی کاروبار اور خواہشات نفسانی کی تکمیل میں ناجائز تعلقات، گینگ ریپ کے واقعات غرض کہ ساری برائیاں ہم میں موجود ہیں، اِن جملہ خرابیوں کو دُور کرنے اور اِن پر قابو پانے کی

پورے عالم اسلام میں کوششیں بھی کی جارہی ہیں؛ لیکن کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی ،نئی نئی تدبیریں ناکام ہوکر رہ جاتی ہیں اور ہونا بھی یہی چاہئے؛ کیونکہ اِن خرافات اور برائیوں پر قابو پانے کے لیے محض انسانی تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں اور انسانی تدبیریں پورے طور پر کامیاب ہی کب ہوتی ہیں؟ اس لئے آج ضرورت ہے اُن تدابیر وتجاویز کی اور اس نسخۂ کیمیا کی جو نبیٔ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ راست سے بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے استعمال کیا تھا، یہ مالک ارض و سما کا عطا کردہ وہ نسخۂ کیمیا تھا، جس نے شدید تاریکیوں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو روشن وتابناک کردیا، جس نے بدترین خلائق کو بہترین خلائق بنادیا۔

عصر حاضر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام عالمی پیمانے پر وسیع کرنے اور اتحاد واتفاق قائم کرنے کی ضرورت سب سے زیادہ محسوس کی جارہی ہے، آج کوئی ایسا اقتدار نہیں جس کو سب لوگ تسلیم کریں، جس کی سب اطاعت کریں، کسی متفقہ اقتدار کا نہ ہونا آج کی سب سے بڑی کمی ہے، اور یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ آج کا کوئی بھی انسان نفسانی اغراض و مقاصد اور ذاتی خواہشات سے پاک نہیں ہوتا اگر کسی ایک اقتدار پر اتفاق کرلینے کی پوری دُنیا کوشش بھی کرے تو وہ آدمی وقت کا قارون وفرعون ثابت ہوگا، وہ سارے فوائد اپنے لیے، اپنے خاندان، اپنے فرقے اور اپنی قوم کے لیے سمیٹ لے گا، دوسرے لوگ محروم اور منہ تکتے رہ جائیں گے، اِس طرح انصاف کی جگہ ظلم اور مساوات کی جگہ بے اعتدالیوں کی حکومت ہوگی؛ اس لیے کسی انسان پر پوری نوعِ انسانیت کا متفق ہونا ناممکن اور لاحاصل ہے۔

اگر آپ ان اختلافات وانتشارات کو ختم کرکے امن وآشتی اور سکون وعافیت کی زندگی گذارنا چاہتے ہیں تو آپ کو سب سے پہلے اتحاد واتفاق کی رسی کو مضبوطی سے تھامنا ہوگا اور وہی کرگذرنا ہوگا جو مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلافات وانتشارات سے تباہ دُنیا کو متحد کرکے عملی مثال پیش کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُنیا کو بتادیا کہ اے لوگو! کسی اِدارے کی اقتدار وحاکمیت کو تسلیم کرنے کے بجائے ایک ایسی ذات کی حاکمیت کو تسلیم کرلو جس نے سارے انسانوں اور اِداروں کو جنم دیا ہے۔ جو ’’خالق الحب والنوی‘‘ ہے، اُسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا، وہی نظامِ عالم کا نگراں اور مدبّر ومنتظم ہے، ’’اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾‘‘ــــ(الاعراف) جیسی آیت کریمہ جس کے بارے میں شاہد عدل ہے، وہی کائنات کا حقیقی فرماں روا ہے، اُسی کی حاکمیت کو تسلیم کرنے میں بھلائی ہے، خاتم نگین پیغمبری صلی اللہ علیہ وسلم کی ’’دعوتِ توحید‘‘ کو جوق درجوق افرادِ انسانی نے قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت کے موجودہ اہلِ کتاب، یہود ونصاریٰ کو توحید پر متحد ہوجانے کی دعوت دی اور بحکم خدا ارشاد فرمایا:

يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ــ(آل عمران:٦٤)

ترجمہ : اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلم اور) برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔

اس طرح سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانیت کے درمیان مذہبی اختلاف کو ختم کرنے کی کوشش فرمائی، آج سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانیت کو یہ پیغام مل رہا ہے کہ اے بنی آدم! متفرق معبودانِ باطل کی پرستش چھوڑ کر خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آؤ، سارے انسان مل کر بس اُسی کی رسّی کو تھام لو، اُسی میں امن وسکون اور طمانیتِ قلبی ہے، اس کے علاوہ کسی غیر کو تسلیم کر کے قلوب کو راحت نصیب نہیں ہو سکتی، فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ : اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو باہم متفق ہو کر پکڑے رہو اور آپس میں اختلاف نہ کرو۔

توحید کی رسّی ہی ایک ایسی رسّی ہے جس نے عرب کے آپسی بغض وعناد اور رسّہ کشی کو ختم کر کے سب کے دِلوں کو جوڑ دیا، اور سارے لوگ بھائی بھائی ہو گئے، ورنہ سب کے سب جہنم رسید ہونے والے تھے، باری تعالیٰ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا، وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ : اور تم پر جو اللہ کا انعام ہے اُس کو یاد کرو جب کہ تم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دِلوں میں الفت پیدا کر دی؛ چنانچہ تم لوگ اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے، حالانکہ تم لوگ جہنم کے گڑھے کے کنارے پر تھے کہ اللہ نے تمہاری جان بچالی۔

آقائے کریم ﷺ نے نسل انسانی سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے لوگو! اُس خالق کائنات نے ایک قانونی کتاب نازل فرمائی ہے، جس قانون میں ہر ایک کی مصلحت کی رعایت ہے، اُس کتاب پر عمل کرنے میں مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد دونوں زندگیوں میں سکون وراحت ہے؛ چنانچہ اطرافِ عالم سے جوق درجوق انسانوں کی بھیڑ نے اُس قانون کو تسلیم کیا، جب وہ قانون عمل میں لایا گیا تو دُنیا کو بے اطمینانی وبے قراری سے راحت ملی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: جس طرح ہر کتاب کے ساتھ ایک سمجھانے اور تشریح کرنے والا بھیجا جاتا رہا ہے، میں بھی اِس آخری کتاب کی تشریح کے لیے بھیجا گیا ہوں، اِس کتاب اور میری تفسیر میں دُنیا کے لیے راحت ہے، اِسی کے ذریعہ دُنیا میں امن وامان قائم ہو سکتا ہے؛ چنانچہ لوگوں نے آپ ﷺ کی دعوت قبول کی، جس سے دُنیا نے سکون کا سانس لیا، مذہبی اختلافات بڑی حد تک ختم ہوئے، دُنیا نے اُس قانون کو نافذ کر کے آزمایا، آج بھی اُسی دعوت کو عام کرنے کی ضرورت ہے۔ (الرحیق المختوم، ص: ۵۹۶)

حضور خاتم النبیین ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔(سورۂ حجرات:۱۳)

ترجمہ : تم میں سب سے زیادہ اللہ کو محبوب وہ شخص ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار، متقی اور محتاط ہے۔

غور کیجئے کہ جس ماحول میں محبوب رب العالمین ﷺ نے یہ تعلیم دی وہ چھوٹی سی تعداد میں ہونے کے باوجود درجنوں قبیلوں میں منقسم تھا، پھر ہر قبیلے کے مختلف ٹکڑے تھے اور ہر ایک کے مختلف خاندان اور کنبے تھے، ہر ایک اپنا ایک امتیاز رکھتا تھا، سب آپس میں دست وگریباں تھے، اُن کے اندر سے امتیاز وتفاخر اور تفوق برتنے کے سارے جرائم کو آپ ﷺ نے ختم کردیا، وہ سب کے سب بھائی بھائی ہوگئے، جہاں گئے وہاں اُسی تعلیم نبوی ﷺ کو عام کیا، اِس طرح ایک عالم گیر برادری اور ہمہ گیر اخوت وجود میں آگئی، ہر فرد ایک دوسرے سے اس طرح جڑا محسوس کرتا تھا، جس طرح جسم کے اعضاء ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں، آج بھی اُسی تعلیم کو عام کرنے سے یہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔۔۔ (اسلامی تمدن وتاریخ ص:۳۸۶)

رسولِ اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی پر عمل پیرا ہونے سے دور حاضر میں بہت کچھ رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے؛ کیونکہ آپ ﷺ پوری دُنیا کے لیے چراغِ راہ بن کر تشریف لائے تھے، اس لئے آپ ﷺ ہی کی سیرت وسنت کو سامنے رکھ کر ہی دُنیا راہ یاب ہوسکتی ہے، ہر طرح کے مسائل کا حل آپ ﷺ ہی کی اتباع میں مضمر ہے، جملہ خرافات ومصائب سے نجات کا ''نسخۂ کیمیا'' آپ ﷺ کی زندگی میں ہی مل سکتا ہے، آپ سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ محبوب خدا ﷺ اور آپؐ کے جانثار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب کفار نے صرف ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی وجہ سے اپنے محبوب وطن مکہ مکرمہ میں ستانا شروع کیا اور ناقابل برداشت اذیتیں پہنچائیں، جان کے درپے ہوگئے؛ تو ایسی صورت میں دین کی حفاظت کے لیے سرور کائنات ﷺ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی، اس کے بعد مدینہ کی؛ اخیر میں اپنے رفیق غار صدیق وغمگسار کے ساتھ بہ نفس نفیس ہجرت فرمائی، دین اور ایمان کی حفاظت کے لیے مال ودولت، عزیز واقارب اور گھربار ہر ایک کو قربان کردیا، آج بھی دُنیا کے کسی کونے میں مسلمانوں کی یہ حالت ہوجائے تو اُس کے لئے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کا اُسوہ عمل کے لیے موجود ہے، سیدنا رسول اللہ ﷺ نے مدینہ جانے کے بعد وہاں بسنے والے قبائل اَوس اور خزرج اور یہود ونصاریٰ سے معاہدات کیے، آپسی تعاون وتناصر اور رواداری کے دستاویزات مرتب کیے، پھر اپنی تحریک دعوت کو تیز تر کیا، آہستہ آہستہ لوگ اِسلام میں داخل ہوتے گئے، اور چند برسوں میں ہی سارا عرب کلمۂ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا قائل ہوگیا، ہر جگہ امن وامان پھیل گیا، سب ایک دوسرے کے دوست ہوگئے۔۔۔ (اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ ص:۴۳)

لہٰذا آج ضرورت ہے رسول ذیشان ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشن کو اپنانے کی، رسولِ مکی ومدنی ﷺ کی سیرت کی اتباع کی، آج قتل کرنے والے پر قصاص اور دیت کے احکام جاری ہوں تب ہی قتل کے اَن گنت واردات پر قابو

پایا جاسکتا ہے، حد زنا کے نفاذ سے ہی زنا جیسی گندی اور فحش کرتوت کا خاتمہ ہوسکتا ہے، حد سرقہ کے نفاذ سے ہی چوری کے واقعات پر کنٹرول ممکن ہوسکتا ہے، آج اگر حد قذف نافذ ہوتب ہی تہمت لگانے والوں کی زبان پر تالا لگ سکتا ہے۔

غرض یہ کہ دُنیا میں امن وامان اور سکون واطمینان کا ماحول پیدا کرنے کے لیے روئے زمین پر حدود وقصاص اور تعزیراتِ اسلامی کا نافذ ہونا ضروری ہے، آج عملاً دُنیا اسی کا انتظار کررہی ہے، اگر قاتل کو یہ معلوم ہوکہ ہمیں قتل کرنے کے جرم میں قتل کردیا جائے گا تو یقیناً قتل سے پہلے وہ سوچنے پر مجبور ہوگا، ہاتھ کانپنے لگیں گے، دِل لرزنے لگے گا اور قاتل اپنی جان بچانے کے لیے ایسے قتل کی ہمت نہیں کرے گا، اِس طرح اُس آدمی کی بھی زندگی بچ جائے گی جس کے قتل کا ارادہ قاتل نے کیا تھا اور روئے زمین پر انسان اور انسانیت کی قدر بڑھ جائے گی، زندگی کی قیمت میں اضافہ ہوگا، اِسی لیے قرآن نے کہا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ (سورہ بقرہ: ۱۷۹)

ترجمہ: اے اہلِ خرد! قصاص (کے احکام کے نفاذ) میں تمہارے لئے زندگی ہے؛ تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

اگر چور کو معلوم ہوکہ چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے گا تو چوری کرتے وقت اُس کے ہاتھ کانپ جائیں گے اور وہ چوری سے باز آجائے گا، اِس طرح چوری سے روئے زمین پاک ہوگی، لوگوں کو جان کے ساتھ اُن کے مال کی حفاظت کا ایک ماحول بن جائے گا، زانی کو اگر یہ معلوم ہوجائے کہ زنا کی سزا میں سو کوڑے لگائے جائیں گے ــــ (سورۂ نور: ۲) یا پتھروں سے چور چور کر ہلاک کردیا جائے گا۔ (بخاری: ۱ص: ۲۷۶) تو ہرگز زنا کا ارتکاب نہیں کرے گا، اِس طرح روئے زمین پر عفت و پاک دامنی کا دَور دَورہ ہوگا۔

غرض یہ کہ آج کی دُنیا کو سکون اُنھیں اصول وقوانین کو نافذ کرنے کے بعد مل سکتا ہے؛ جن قوانین کو نافذ کرکے رسول اللہ ﷺ نے روئے زمین پر امن وامان پھیلایا تھا اور پریشان ماحول کو سکون فراہم کیا تھا، دوسرے قوانین میں وہ جامعیت اور گرفت نہیں ہوسکتی جو اللہ کے قوانین میں ہے، قوانین تیار کرنے کے لیے عقولِ انسانی کافی نہیں ہیں، کیونکہ آج کوئی قانون بناتے ہیں تو کل ہو کر اُس کی غلطی واضح ہوجاتی ہے، اس لئے رب قدیر نے روئے زمین پر امن وامان اور سکون وعافیت پھیلانے والے قوانین خود وضع کیے، کسی انسان کے سپرد نہیں کیا؛ چنانچہ رب العالمین نے والدین کے حقوق، میراث میں ورثا کے حقوق، میاں بیوی کے حقوق وغیرہ کو خود سے بیان فرمادیا؛ تاکہ بالاتفاق نوعِ انسانی اُن قوانین کو تسلیم کرلے اور روئے زمین پر حق تلفیوں کا سلسلہ ختم ہوجائے، اللہ کے اِن قوانین کو رسول اللہ ﷺ نے نافذ فرمایا اور دنیا نے صدیوں تجربہ کیا اور آج بھی کررہی ہے کہ حقیقت میں نظامِ عالم پر کنٹرول اللہ کے قوانین کے نفاذ سے ہی ممکن ہے، اُن کے بغیر یہ دُنیا راحت وسکون کا مسکن نہیں بن سکتی، امن وآشتی کا ضامن صرف اور صرف اسلام ہے، حقیقت میں آج پوری انسانیت اپنی زبانِ حال سے اُسی دَور کو پکار رہی ہے جس دَور میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے سارے قوانین کو عملی جامہ پہنا کر ایک معطر ومعنبر ماحول تیار

کیا تھا اور انسانیت کو اُس کی صحیح منزل پر پہنچایا تھا۔

عصر حاضر میں اخلاقِ نبوی ﷺ کی تعلیم عام کرنے کی ضرورت موجودہ دَور کا سب سے بڑا المیہ آیت کریمہ ”وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ“ ۔۔۔(القلم) پر عمل کا فقدان ہے، جھوٹ، چوری، وعدہ خلافی، بغض، کینہ، فخر، غرور، ریا، غداری، بدگوئی، فحش گوئی، بدگمانی، حرص، حسد، چغلی غرض کہ ساری برائیاں لوگوں میں اخلاق کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہی در آتی ہیں، اس صفت کا زوال عام انسانوں اور مسلمانوں میں ہی نہیں؛ بلکہ خواص میں بھی اخلاقیات کی بڑی قلت ہے، اِس زوال و انحطاط کا صرف اور صرف ایک ہی علاج ہے کہ ہر بری خصلت کی برائی معقول انداز میں بیان کی جائے، اِس سلسلے میں قرآن وحدیث کے صریح نصوص واضح کیے جائیں؛ تاکہ معقولیت پسند طبقہ شریعت سے قریب ہو، اُس کے ساتھ شفیع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ کو بھی بیان کیا جائے، ایک دین دار مسلمان کو اپنے اخلاق و کردار میں کیسا ہونا چاہیے؟ درس گاہِ نبوت کے تربیت یافتہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کیسے تھے؟ اُن کے اندر اخلاص وتقویٰ، شرم وحیاء، صبر وشکر کی صفات تھیں، وہ سخاوت وشرافت کے خوگر تھے۔ اُن کے اندر ایثار و قربانی، عفت و پاک دامنی اور تواضع و انکساری کی اعلیٰ صفات پائی جاتی تھیں۔ وہ خوش کلام، خوش الحان، خوش دِل اور رحم و کرم کے پیکر تھے، وہ ہمیشہ موت کو یاد رکھتے تھے، اُن کے معاملات کی صفائی سے لوگ متاثر تھے، یہ ساری چیزیں آیات واحادیث کی روشنی میں بیان کی جائیں تو بڑا موثر رہے گا، اپنوں کی اصلاح تو ہوگی ہی، غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے، سچ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات کو اگر عام کیا جائے تو ضرور بالضرور ایک ایسا صالح معاشرہ وجود میں آئے گا جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے معاشرہ کے مماثل ہوگا، جن میں ساری خوبیاں موجود تھیں، یہ خوبیاں آج تاریخ کے صفحات کی زینت بنی ہوئی ہیں، جو کبھی زندگی میں موجود تھیں، پہلے مسلمانوں کو دیکھ کر اُن کے بلند و بالا اخلاق سے متاثر ہوکر لوگ اِسلام قبول کرتے تھے، آج اسلام اور اِسلام کی اخلاقی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے کتب خانوں کا سفر کرنا پڑتا ہے۔ کاش! رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیمات زندگیوں میں رچ بس جائیں تو کامرانی مقدر ہو جائے۔

عصر حاضر کی جملہ خرابیوں کو دُور کرنے میں سیرتِ نبوی ﷺ کا پیغام یہ دورِ تخصصات کا دور کہلاتا ہے اگر طلاب علوم دینیہ کو دورِ حاضر کی ظاہری و باطنی خرابیوں کے شمار کرنے کا موضوع دے دیا جائے تب بھی ساری خرابیاں زیر تحریر نہیں لائی جاسکتی ہیں اور نہ بیان کی جاسکتی ہیں، اِن ساری خرابیوں کی وجہ اِسلام اور تعلیمات اسلام کا عام نہ ہونا ہے، ہمارے پیارے نبی سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد دُنیا کو اعتدال پر لانا تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا ومافیھا سے بے نیاز ہو کر اپنی پوری زندگی عبادات و ریاضات اور دعوتِ توحید و اصلاح میں وقف کر دی، اللہ رب العزت کے سارے احکام سے لوگوں کو واقف کرایا، اللہ کے سارے احکام کو زمین پر نافذ کرنے کی کوششیں اور تدبیریں کیں، ہر ایک کے حقوق کو واضح فرمایا، خصوصاً کمزور طبقات مثلاً عورتوں، بچوں، غلاموں، خادموں اور جانوروں کے حقوق کو متعین فرما کر اُن کی ادائیگی کی

تلقین فرمائی، معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں پر گرفت کرنے اور ایک دُوسرے کو احکامِ الٰہی کی تعمیل کی تلقین کا مزاج بنایا، آیات واحادیث کی تعلیم کے ساتھ اُن پر عمل کرنے کی تعلیم دی، آیات کی تفسیر اور احادیث کے یاد کرنے اور اُن کے مذاکرے کا ماحول بنایا، اخلاقِ رذیلہ کی خرابیوں کو بیان کر کے اُن سے بچنے اور اخلاقِ فاضلہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی، اگر آج بھی مذکورہ بالا نبوی طریقۂ کار پر عمل ہو تو معاشرہ کی ساری خرابیاں دُور ہو سکتی ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھا جائے اور اُس کی تفسیر کو عام کیا جائے، ساتھ ہی احادیث کی تعلیم کا بھی اہتمام ہو، غیروں کے بجائے اپنی خرابیوں پر غور کیا جائے اور اصلاح کی کوشش کی جائے تو ضرور معاشرہ درست ہوگا، دورِ حاضر میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں سب سے بڑا پیغام یہی مل رہا ہے کہ جس عرق ریزی سے خیر القرون اور سوادِ اعظم کا صالح معاشرہ بنا آج بھی وہی ماحول پیدا ہو اور ہمارا مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی اور آخرت کی کامیابی ہو اور بس! آخر میں رب کریم سے یہی دعا کہ:

ہم جو کمزور ہوئے فرقوں میں یوں بٹ بٹ کر
سارے فرقوں کو ملا، ایک ہی ملت کر دے
روزِ محشر ہو مجھے قربِ محمد ﷺ کا نصیب
میری ہر سانس کو بس ان کی ہی سنت کر دے
—(اتباف ابرک)

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

ضروری اعلان

مدت خریداری معلوم کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ کے نام و پتہ کے اوپر جہاں مثلاً 2730/08(Upto Dec. 2022) لکھا رہے، اس کا مطلب ہے کہ آپ کا خریداری نمبر 2730/08 ہے اور Upto Dec.2022 کا مطلب ہے کہ آپ کی مدت خریداری دسمبر ۲۰۲۲ء میں ختم ہوگئی ہے، آپ کے ذمہ ۲۰۲۳ء کا زرتعاون باقی ہے۔

لہٰذا رقم بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر اور پورا پتہ لکھنا نہ بھولیں۔ جو حضرات چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں رقم بھیجنا چاہیں— تو اس پر صرف "Darul Esha'at" تحریر کریں۔

A/c No. : **1271488319**, A/c Name : **DARUL ESHA'AT**
IFSC Code : **CBIN-0282779**
Central Bank of India, Branch: Anisabad, Patna-800002 (Bihar)
Cell No. : +91-7250433562, 7903953313

— سرکولیشن منیجر

قند پارسی

● حضرت مولانا حافظ شاہ شہاب الدین ثاقبؔ قادری پھلواروی رحمۃ اللہ علیہ

حبیب ما تو کجائی زما نہاں برخیز ۞ گداختیم بہ ہجر تو جان جان برخیز
بنار عشق تو می سوزم آن چنان کہ ہنوز ۞ ندید کس چو من این حال در جہاں برخیز
چہ گویمت کہ چہ شد حال ناتوانِ من ۞ کہ ہیچ نیست ز تو حال من نہاں برخیز
باشتیاق تو پایان عمر خویش رسید ۞ در انتظارِ تو برلب شدہ است جاں برخیز
کجا رویم چو بستیم عہد بندگیت ۞ توئی شفیق و حلیم و مہرباں برخیز
بجز تو کیست کہ برحال اُمّتاں برسد ۞ توئی شفیع بعصیانِ عاصیاں برخیز
نماند طاقت بازو و پا کہ برخیزم ۞ بگیر دست من خستہ ناتواں برخیز
بدرد ہجر تو نالہ نمی کنم تنہا ۞ ہزار جاں بجہاں ہست در فغاں برخیز
بہار حسن تو ہست آبروے ہر چمنے ۞ فروغ ہر چمن اے نخل گلستاں برخیز
عجب مدار کہ روز و شبم بہر نفسے ۞ ز دل بیاد تو نام است بر زباں برخیز

در اشتیاق تو ثاقبؔ بکا کند تا کئے
مراد دیدۂ مشتاق طالباں برخیز

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

- حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ محمد علی حبیب نصرؔ پھلواروی قدس سرہ
- ترجمۂ منظوم : مولانا محمد عاصم قادری — خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف

نعت شریف

خوش نصیبیم اگر یار محمد باشد
نیک بختیم چو دلدار محمد باشد
بہتر از شادئ جانہاست مرا آن غم دل
کہ دران مونس و غمخوار محمد باشد
ہیچ کس نیست سزاوار مقام محمود
بہر آن رتبہ سزاوار محمد باشد
رنگ و بویش ہمہ در باغ جہان کرد ظہور
آبروئ گل و گلزار محمد باشد
جلوۂ مہر و مہ و حسن و جمال خوبان
ہمہ را مطلع انوار محمد باشد
کار و بارم ہمہ آسان شود از لطف خدا
گر مرا یار و مددگار محمد باشد
عشقبازان جہان محرم رازی دارند
نصرؔ را محرم اسرار محمد باشد

ترجمۂ منظوم (نعت شریف)

خوش نصیبی! ہوں اگر یار محمد ﷺ میرے
نیک ہو بخت! ہوں دل دار محمد ﷺ میرے
شادئ جاں سے ہے بہتر وہ غمِ دل مجھ کو
جس میں ہوں مونس و غم خوار محمد ﷺ میرے
ہے نہیں کوئی سزاوار مقامِ محمود
واسطے اس کے سزاوار محمد ﷺ میرے
رونقیں ان سے ہوئیں باغ جہاں میں ظاہر
آبروئے گل و گلزار محمد ﷺ میرے
جلوۂ مہر و مہ و حسن و جمال خوباں
سب کا ہیں مطلع انوار محمد ﷺ میرے
لطف حق سے ہوں سبھی کام مرے بھی آساں
ہوں اگر یار و مددگار محمد ﷺ میرے
محرم راز کوئی، رکھتے ہیں عشاق جہاں
نصرؔ ہیں محرم اسرار محمد ﷺ میرے

رنگ تغزل

● محمد آیت اللہ قادری پھلواروی

برائے دید تو جاناں بگرد کوئے تو گردم
دلِ گرویدہ ای دارم برائے روئے تو گردم

ہوائے وصل بے چارہ بکردہ ما غریباں را
گہے اُفتم گہے خیزم برائے موئے تو گردم

زسوزِ آتشِ عشقِ تو اندر جسم و جاں دارم
پئے درمانِ دردِ تو کہ داری سوئے تو گردم

گدائے عاشق لعل لبِ جاں بخشِ تو ہستم
گہے گریم گہے خندم برائے بوئے تو گردم

منم آیتؔ گدائے کوئے محبوبِ خودم ہستم
گہے اُفتان و گہ خیزاں براہت سوئے تو گردم

✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲ ✲

نعت شریف

● ڈاکٹر شاہ التفات امجدی ـــ خانقاہ امجدیہ اسٹیشن روڈ، سیوان

عیاں ہوا یہ سرِ عرش خوش خرام کے بعد ❁ مقام اُن کا ہے اللہ کے مقام کے بعد
خدا نے ختمِ رُسل پر کیا ہے دین تمام ❁ کوئی نظام نہ آیا پھر اس نظام کے بعد
اٹھا نہ پھر کسی مے خانے کی طرف یہ قدم ❁ پیا نہ جام کوئی میں نے تیرے جام کے بعد
لیا جو نامِ نبی، نیند آئی آخرِ شب ❁ سکون آیا مرے دل کو پیارے نام کے بعد
ہوائیں آنے لگیں گلشن مدینہ کی ❁ انہیں کے نام سے محفل کے اہتمام کے بعد
نگاہ اُٹھتی ہے رہ رہ کے اُس کی کس جانب ❁ یہ راز سب کو بتائے گا چاند شام کے بعد
مہ و نجوم کی اچھی لگی نہ مجھ کو چمک ❁ دیارِ شوق میں خضرا کے اونچے بام کے بعد
رہی ہے سایہ فگن سامعین پر رحمت ❁ رسولؐ پاک کی محفل میں اختتام کے بعد

اے التفاتؔ پڑھا دل سے جب تو ایسا لگا
نفس نفس ہے مرا مشک بو سلام کے بعد

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

غزل

● وارث ریاضی — کاشانۂ ادب، سکٹا دیوراج، بسوریا، مغربی چمپارن

صحرائے آرزو میں بھٹکنا پڑا مجھے ❁ وارفتگی شوق نے رسوا کیا مجھے
کشتی کو نذرِ موجِ حوادث کے بعد بھی ❁ ساحل پہ ڈھونڈتا ہے مرا ناخدا مجھے
پھر دل میں ہو رہی ہے خلش، درد عشق کی ❁ پھر یاد آگیا ہے وہ عہدِ وفا مجھے
پھر میں اسی مقام کی جانب ہوں گام زن ❁ جس کا کوئی سراغ نہ کچھ پتا مجھے
اس پیکرِ نشاط کی فکرِ جمیل نے ❁ پھر داغ ہجر و دردِ تمنا دیا مجھے
غیروں سے پھر کرم کی توقع، خدا گواہ! ❁ اپنوں سے بھی وفا کا نہیں آسرا مجھے
اُس حُسنِ بے نظیر کی زلفوں میں پھنس گیا ❁ یوں اضطرابِ دید نے الجھا دیا مجھے
آنکھوں میں رنگِ گل ہے، معطر دماغ ہے ❁ محفوظ کر رہی ہے چمن میں صبا مجھے
ان کی نگاہ مہر نے جینا سکھا دیا ❁ ہر شے سے ہے عزیز خدا کی رضا مجھے

وارثؔ فدائے کوچۂ عرفاں بنا گئی
آیت[1] کی اک نگاہِ طریقت نما مجھے

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

۱؎ سیدی حضرت مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری مجیبی دامت برکاتہم زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ

کوائف وحالات

● ادارہ

راز و نیاز بلبل و گل ہم سے پوچھئے ❁ نرگس کی آنکھ بن کے رہے ہیں چمن میں ہم

کچھ اپنی.................................کچھ دوسروں کی

ہندوستانی چندریان ۳ کی چاند پر لینڈنگ:

حال میں ہندوستانی سائنسدانوں نے ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جس سے چاند پر پہنچنے کا ہندوستان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا ہے۔امریکہ، روس اور چین کے بعد اب ہندوستان چاند پر پہنچنے والا چوتھا ملک قرار پایا۔اسرو(ISRO) کے سائنسدانوں نے سالہا سال کی کوشش ومحنت کے بعد یہ عظیم مہم سر کرلی ۔ چندریان ۳ چاند کے اس حصہ پر اترا ہے جو زمین کے سامنے نہیں رہتا اس حصہ میں اب تک کوئی ملک نہیں پہنچ پایا تھا۔اس لئے یہ زیادہ قابل تعریف ہے اور دنیا میں اس کا چرچا ہو رہا ہے۔ ہر ہندوستانی کا سر فخر سے بلند ہوگیا ہے۔اس تاریخی کامیابی کے لئے اسرو کے سائنس داں مبارکباد کے حقدار ہیں کہ ان کی محنتیں اور کاوشیں رنگ لائیں۔اس مہم میں کام کرنے والے سائنسدانوں میں کچھ مسلم سائنس داں بھی شامل ہیں جس سے مسلمانوں کو مزید مسرت کا احساس ہو رہا ہے۔

شش ماہی امتحان دارالعلوم مجیبیہ :

دارالعلوم مجیبیہ، خانقاہ پھلواری شریف میں اس سال کا شش ماہی امتحان ۳؍ربیع الاول سے شروع ہوا، جناب حافظ ظل کبریا صدیقی، مفتی حافظ مظہر کبریا صدیقی پٹنہ واساتذۂ دارالعلوم کی زیرنگرانی درجہائے عربی وفارسی اور درجات حفظ و قرأت کے امتحانات ہوئے۔اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ میں ۱۴؍ربیع الاول تک عام تعطیل رہے گی، ۱۵؍ربیع الاول کو باضابطہ دارالعلوم کھل جائے گا۔

آستانہ مجیبیہ پھلواری شریف کا عرس ربیع الاول شریف :

۱۱ر و ۱۲ر ربیع الاول کو حسبِ دستور قدیم سید الکائنات حضرت رسالت پناہ ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے — جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔

شب ۲ر ربیع الاول و روز ۲ر ربیع الاول کو قل و محفلِ سماع اور عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرس کا آغاز ہوتا ہے۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ دس روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۱ر ربیع الاول کی آخر رات میں 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر باجماعت پورے اجتماعی نظم وضبط کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۳) ۱۱ر ربیع الاول بعد نماز مغرب آستانہ سیدنا تاج العارفین رضی اللہ عنہ میں صاحب سجادہ کی حسب معمول قدیم حاضری و چادر پوشی بر مزار مبارک سیدنا مذکور، دعائے خاص کا اہتمام، بعد نماز عشا عرس نبوی و مراسم عید میلاد النبی ﷺ کا آغاز، محفلِ نعت و مدح و میلاد خوانی بعدہٗ پورے اجتماعی و مہتم بالشان انداز میں بارگاہِ رسول ذو المنن ﷺ میں صلوٰۃ و سلام۔

(۴) ۱۲ر ربیع الاول کی آخر رات میں 03:30 قل و فاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک، پھر نماز فجر اپنے آداب و شرائط اور جماعت کے ساتھ۔ نماز کے بعد مجلس سماع بارہ بجے دن تک، بعدہٗ بڑا اور آخری قل و فاتحہ۔

(۵) ۱۲ر ربیع الاول کو نماز ظہر 02:30 بعدہٗ موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت، تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

(۶) آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز مجلس سماع مغرب سے پہلے تک — (اختتامی مجلس)

نوٹ : ۱۲ر ربیع الاول کی صبح کو ۷ر بجے سے ۱۰ر بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے قدیم معمولات کے مطابق آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

عرس و زیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ کی شرکت، نگرانی اور سرپرستی میں انجام پاتی ہیں۔

یہ معمولات و مراسم، بانی خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین مخدوم شاہ پیر محمد مجیب اللہ قادری قدس سرہٗ کے عہد پاک سے ہیں۔

۱۳ر ربیع الاول عرس شیخ المشائخ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی چشتی قدس سرہٗ — ۱۳ر دن گزار کر شب ۱۴ر کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۷ر ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہٗ العزیز ۲۶ر دن گزار کر شب ۲۷ر و روز ۲۷ر کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی :

۱۱؍ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ — ۱۱؍کی شب میں اور ۱۱؍کے دن میں قل ومجلس سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک نبی کریم ﷺ ہوتی ہے، بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہٗ کا قل و فاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانہ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳؍ربیع الثانی سے ۱۶؍ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاولیٰ :

۲۹؍جمادی الاولیٰ، اعراس حضرت محی الملۃ والدین امیر شریعت مولانا الحاج سید شاہ محمد محی الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ، حضرت امان المستجیرین عارف باللہ مولانا سید شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہ و حضرت رضوان من اللہ رب العالمین عارف باللہ مولانا الحاج سید شاہ محمد رضوان اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ، ۲۸؍دن گزار کر شب ۲۹؍و روز ۲۹؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

۲۹؍جمادی الاولیٰ اعراس حضرت شمس العارفین امیر شریعت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ و حضرت استاذ العلماء امام المتقین مولانا سید شاہ محمد نظام الدین قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۲۹؍کو بعد نماز عشاء قل ومجلس سماع ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ جمادی الاخریٰ :

۱۹؍جمادی الاخریٰ عرس صاحب المقام الاویسیہ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی اولیاء قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹؍تاریخ کو نماز عصر کے بعد قل ہوتا ہے۔

۲۰؍جمادی الاخریٰ عرس بانئ خانقاہ و دار العلوم مجیبیہ حضرت آفتاب طریقت تاج العارفین مخدوم سید شاہ محمد مجیب اللہ قادری پھلواروی قدس سرہٗ ۱۹؍دن گزار کر شب ۲۰؍اور روز ۲۰؍کو قل و مجلس سماع ہوتی ہے۔

❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄❄

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف پٹنہ (بہار)

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH

Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA) Mob.: +91-9572860252, 7717792508

دارالعلوم مجیبیہ، پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار اور ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات چار صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ دارالعلوم اپنے سن قیام ۱۱۲۵ھ سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے اور الحمدللہ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے— اور قرآن کریم کے حفظ و قرآت کی تعلیم معیاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کے لئے اردو، ناظرۂ قرآن اور عصری تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبہ کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم مجیبیہ کی طرف سے مفت کیا جاتا ہے۔

اسلئے اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں۔ مالی امداد پہنچا کر عنداللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درس گاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

چیک یا ڈرافٹ پر صرف "DARUL ULOOM MOJIBIA" لکھیں

ISSN 2320-8600 The **ALMUJEEB** Quarterly

Vol.No. :63 July, August & Sept. 2023 Sl.No. : 03

The only most widely circulated Urdu Quarterly of Bihar

Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna - 801505 Bihar (INDIA)

Cell : +91-7250433562, 7903953313, E-mail : almujeebquarterly@gmail.com, http://khanquahmujeebia.org

چھ ورقی المجیب کیلنڈر

₹ 80/- Size : 17x22.5

2024ء کے لیے واضح اور جلی حرفوں میں قمری و انگریزی تاریخوں کے ساتھ خوبصورت و خوش منظر چھ ورقی المجیب کیلنڈر منظر عام پر آگیا ہے، جس میں سرکاری و مذہبی تہواروں کے علاوہ مشہور و معروف بزرگان دین کے اعراس و تاریخ ہائے وصال کی مکمل نشاندہی ہے، خصوصاً خانقاہ مجیبیہ کے سبھی قل و اعراس کی تاریخیں سرخ حرفوں میں لکھی گئی ہیں۔

کیلنڈر کا انداز اپنی سابقہ روایت کے مطابق منفرد ہے، اس کی انفرادیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سال 2024ء کے کیلنڈر میں ہر صفحہ پر حضرت تاج العارفین قدس سرہٗ کے مناقب شامل کیے گئے ہیں۔ کاغذ عمدہ اور طباعت پرکشش و دیدہ زیب ہے۔

خواہش مند حضرات دارالاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف سے صرف -/80 روپے میں جلد طلب فرما کر بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اپنے گھروں کی خوبصورتی میں اضافہ کریں۔

Published by **Mohd. Minhajuddin Mujeebi** on behalf of Darul Esha'at Khanquah Mujeebia,
Editor : Dr. Shah Fatahullah Quadri, Printed at Taj Offset Press, Daryapur, Patna-800004
and Published at Darul Esha'at Khanquah Mujeebia, Phulwari Sharif, Patna-801505, Bihar (INDIA)